حاملینِ قرآن

فضائل، آداب اور احکام

ترجمہ

التبیان فی آداب حملة القرآن

للشیخ ابی زکریا محی الدین النووی

مترجم

عبد اللطیف قاسمی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

حاملینِ قرآن

(فضائل، آداب اور احکام)

ترجمہ

التبیان فی آداب حملۃ القرآن

علامہ ابوزکریا محی الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۳۱:۶۷۶)

مترجم

مفتی عبداللطیف قاسمی

استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

حقوق الطبع محفوظة للمؤلف
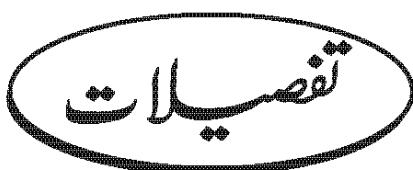
نامِ کتاب : حاملین قرآن (فضائل، آداب اواحکام)

مترجم : مفتی عبداللطیف قاسمی

استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

ترجمہ : ترجمہ التبیان فی آداب حملۃ القرآن

مصنف : علامہ ابوزکریا محی الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : 160

موبائیل نمبر : 9986694990

ای میل : abufaizanqasmi@gmail.com

ویب سائٹ : faizaneqasmi.com

ملنے کے پتے:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، حنفی بک ڈپو، ماولی، بنگلور

جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

Jamia Ghaisul huda
Shikari palya, Holimangla Post
Jigni Bangalore 560105

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب دامت برکاتہم
استاذ دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیّد المرسلین، وعلی آله واصحابه اجمعین ،اما بعد :قال اللہ تبارك وتعالی : لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ. (الواقعۃ:۷۹)، **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،** (النحل:۹۸) **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ.** (الاعراف:۲۰۴) **وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ،** (الانفال:۲) **وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ؀.** (المزمل:۴)

قرآن مجید اللہ ربّ العزت کی آخری کتاب ہے، یہ علمِ اوّلین وآخرین کا جامع خزانہ ہے، پچھلی کتابوں اور صحیفوں میں جتنے اعمال قیامت تک قابل عمل تھے، ان سب کا عطر اس میں موجود ہے، یہ کلام اللہ ''**كلام الملوك ملوك الكلام**'' کا اعلیٰ ترین مصداق ہے، اس پر ایمان لائے بغیر نجات کا تصور خود فریبی ہے، دنیا میں اسے چھوڑ کر ہدایت کے دوسرے ذرائع تلاشنا حماقت ہے، اس کا ادب واحترام ہر چیز کے ادب پر مقدم ہے، اس کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، اس کی تلاوت سے پہلے شیطان رجیم سے اللہ ربّ العزت کی پناہ مانگنا واجب ہے، اگر قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو، تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ غور سے سننا اور ساکت وصامت رہنا رحمتِ خداوندی کو متوجہ کرنے والا عمل ہے، اس کی تلاوت میں حروف کے مخارج وصفات کا لحاظ کرنا بھی واجب ہے، اگر قرآن کریم کے پورے ادب واحترام کو ملحوظ رکھ کر پڑھا اور سنا جائے، تو ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے، دل کی دنیا بدل جاتی ہے، اور اس کے معانی اور مفہوم پر غور و

تدبّر کرنے سے بے شمار حقائق و دقائق سامنے آجاتے ہیں، جن پر عمل کرکے انسان ترقی کے معراج پر چڑھ جاتا ہے، قرآن کریم کو چھوڑنے والا ذلّت وخواری کے غار میں گرجاتا ہے۔

علامہ نوویؒ کی کتاب ''**التّبیان فی آداب حملة القرآن**، علمائے کرام کے نزدیک شہرۂ آفاق ہے۔

مگر افسوس! کہ اب تک اس کے مطالعے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی تھی، رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ میں بنگلور آنے کا اتفاق ہوا، اور الحمدللہ یہ مبارک مہینہ مسجد علی ابو الحسنین لکسندر میں قرآن اور مضامین قرآن کی مصروفیتوں میں گزرا، یہاں آکر جناب مولانا مفتی عبداللطیف قاسمی استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور سے ملاقات ہوئی، یہاں ان کی علمی وقلمی مصروفیتوں کو جان کر بڑی خوشی ہوئی، ماشاءاللہ تدریس کے ساتھ تصنیف و صحافت کی سرگرمیاں بھی جاری وساری ہیں، انہوں نے بتایا کے علامہ نوویؒ کی مذکورہ کتاب کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، کمپیوزنگ بھی ہو چکی ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی حکم ہوا کہ تمہیں اس ترجمے پر شروع سے آخر تک نظر ڈالنی ہے، میں نے بلا تکلف اسے قبول کرلیا کہ اس بہانے مذکورہ کتاب کے مضامین نظر سے گذر جائیں گے۔

اس کتاب کے دس ابواب ہیں، حاملینِ قرآن کی عظمت وفضیلت، پڑھنے پڑھانے کے آداب واحکام، قرآنِ کریم کے حقوق، آیات وسور کی مخصوص فضیلتیں، کتابتِ قرآن کی تھوڑی سی تاریخ، اور اخیر میں کتاب کے مشکل الفاظ واسماء کی مختصر مختصر وضاحت پیش کی گئی ہیں، غرض یہ کہ کتاب بہت ہی مفید اور عمدہ ہے، اس میں مسائل، فقہِ شافعی کے مطابق ہیں، مترجم نے حنفی نقطۂ نظر کی وضاحت بھی ساتھ ہی با حوالہ معتبر کتب سے کردی ہے، بعض جگہ مزید وضاحت کی ضرورت تھی، ناچیز نے ان کی نشاندہی کی، موصوف نے ماشاءاللہ ان کی تلافی بھی کرلی ہے۔

محترم مترجم زید مجدہٗ کی استعداد پختہ ہے، دارالعلوم حیدرآباد میں طلبہء افتاء میں جن کی صلاحیت کی پختگی اور ذہانت وفطانت سے راقم الحروف متاثر ہوا، اُن میں موصوف سرفہرست ہیں، اس لیے ترجمہ میں سقم نہیں ہے، زبان بھی عمدہ اور معیاری ہے

اور قارئین کو ترجمہ پن کا احساس نہیں ہوگا، اللہ کرے اصل کی طرح ترجمہ بھی قبولِ عالم حاصل کرے اور ترجمہ کا قلم تعب آشنا نہ ہو۔

''ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

کتبہٗ: اشتیاق احمد قاسمی، مدرس دارالعلوم دیوبند

نزیل: مسجد علی ابوالحسنین لکسندر بنگلور،

۲۱ویں شب رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بہ وقت صبح ۴ بجے۔

عرض مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تبارك الذى نزل الفرآن على عبده ليكون للعالمين نذيرا ،وصلوات الله وسلامه على من أرسل به إلى كافة للناس بكرة و أصيلاً،وعلى عبادالرحمن الذين اتخذوه خليلاًامابعد:

ابتدائے اسلام سے آج تک نہ جانے علومِ قرآن کے موضوع پر کتنی بے شمار خدمات مختلف زبانوں میں ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

اسی مبارک سلسلے کی ایک کڑی زیرِنظر کتاب ''**التبیان فی آداب حملة القرآن**'' مؤلفہ شارح مسلم علامہ نوویؒ شافعی جس کا اردو ترجمہ ''حاملینِ قرآن (فضائل، آداب اور احکام)'' ہے، اپنی شانِ انفرادیت کا عجیب شاہ کار ہے، جس میں علامہ نوویؒ نے فضائلِ قرآن، فضائلِ حاملین قرآن، آدابِ قرآن، حقوقِ قرآن، عظمتِ قرآن اور ان سے متعلقہ امور کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

اس کتاب کے مصنف ومؤلف عظیم المرتبت، جلیل القدر نامور ومشہور علمی شخصیت شیخ شرف الدین ابوزکریا نووی شافعیؒ ہیں جن کی علمی جلالتِ شان وعظمت اہل علم کے نزدیک مسلم ومتفق علیہ ہے، جو محدثانہ شان اور فقیہانہ بصیرت کے حامل ہیں، اپنی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی علم کا دریا بہادیا ہے۔

اس کتاب میں جتنے موضوع ہیں، ان سے متعلقہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، فقہی اقوال وآراء اور مشائخ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے، یہ کتاب اپنے موضوع، اسلوب ِنگارش، مصنف کے علمی کمال، اخلاص اور للّٰہیت کے پیشِ نظر خزینۂ آدابِ قرآن، سرمایہء فخر اور افتخار ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ علامہ نوویؒ کی کتابوں میں خیر وبرکت، ہدایت ونورانیت ہوتی ہے، اس کی تین وجہیں ہیں (۱) علمی گہرائی وگیرائی (۲) اخلاص وللّٰہیت (۳) فوائد کی

کثرت، مسئلے میں قطعی رائے کا فیصلہ۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے علامہ نوویؒ کی کتابوں میں برکت ونورانیت نظر آتی ہے، قارئین کرام کو اپنی طرف مائل ومتاثر کرتی ہیں اور عمل پر آمادہ کرتی ہیں، زیرِ نظر کتاب کی شان بھی کچھ اسی طرح ہے، جب کتاب کو شروع کیا جائے، تو قاری کو ختم کیے بغیر چین نہ آئے۔

جب اس کے مضامین کو پڑھا جاتا ہے، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب علامہ نوویؒ نے چھٹی صدی کے مسلمانوں کے لیے لکھی ہے؟ یا چودھویں صدی کے علماء، وعوام کے لیے تصنیف فرمائی ہے؟

یہ کتاب بلاشبہ علماء، طلباء، عوام اور مرد وعورت ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے، ہم سے قرآنِ پاک کے متعلق جو علمی، عملی اور اخلاقی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں، ان پر اچھی طرح متوجہ کیا ہے، اس کتاب کی اہمیت کا صحیح اندازہ مطالعے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

بہرکیف یہ بات اس عاجز کے لیے باعثِ عز وشرف بھی ہے اور موجبِ شکر وامتنان بھی کہ میرے قابل صد احترام ولائق صد افتخار مربی جلیل ومحسن حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی، قاسمی دامت برکاتہم بانی ومہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور۔ اللہ تعالیٰ استاذ محترم کے فیوض وبرکات کو مزید عام وتام فرمائے اور بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔ کے زیر انتظام ساتواں آل کرناٹک مسابقۃ القرآن الکریم منعقدہ بتاریخ ۱۶، ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ م ۱۰، ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء بمقام جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور کی مناسبت سے حضرت والا مدظلہ العالی کی زیر نگرانی اللہ رب العزت نے جلیل القدر مصنف کی عظیم کتاب کی ترجمانی کی سعادت عطا فرمائی۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور انجام دیے گئے ہیں:

(۱) شروع کتاب میں صاحبِ کتاب علامہ نوویؒ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(۲) صرف ترجمے پر اکتفاء کیا گیا ہے؛ البتہ علامہ نوویؒ نے مذکورہ کتاب میں بلاعنوان کی فصلیں خوب قائم فرمائی ہیں، اردو داں طبقے کی سہولت کے پیشِ نظر مضمون کی

مناسبت سے اپنی طرف سے مناسب عناوین قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) چوں کہ علامہ نوویؒ محدثانہ شان اور فقیہانہ بصیرت کے حامل ہیں، اس وجہ سے آیات، احادیث اور ابواب کی مناسبت سے مسائل کو بھی بیان فرمایا ہے، جس کی وجہ سے ایک حنفی قاری کے لیے شکوک وشبہات پیش آسکتے ہیں، اس لیے بین القوسین مختلف فیہ مسائل میں فقہِ حنفی کی باحوالہ وضاحت کی گئی ہے۔

(۴) دسویں باب میں مصنفؒ نے اس کتاب میں ذکر کئے گئے اسماء اور مشکل لغات کو ذکر فرمایا ہے، اردوداں طبقہ کے لیے اس کی چنداں حاجت نہیں، بایں وجہ لغات کو حذف کر دیا گیا ہے؛ تاہم اسمائے رجال کو ذکر کیا گیا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو جو تہی دست وتہی دامن و بے علم و بے ہنر ہے، اس عظیم کتاب کے ترجمے کی توفیق عطا فرمائی، تقاضہء بشریت کی بنا پر اس میں کمی کوتاہی ممکن ہے، جو خیر خواہ اس پر مطلع فرمائیں، بندۂ عاجز ان کا ممنون ومشکور ہوگا۔

اللہ رب العزت استاذ محترم حضرت مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم۔استاذ دار العلوم دیو بند۔ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات کو عام فرمائے کہ آپ نے رمضان المبارک جیسے مصروف ترین مہینے اور حالتِ سفر میں بندۂ پر نظر کرم فرمائی اور بندۂ کی عاجزانہ درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ''حاملینِ قرآن'' کا مسودہ از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا اور مفید مشوروں سے مستفیض فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اصل کتاب کی طرح ترجمے کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازائے اور ہم تمام کو حاملین قرآن کی جماعت میں شامل فرمائے جو اس کے حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھتے ہیں، اس کے حدود کی رعایت کرتے ہیں اور ہمیں قرآن سے محبت کرنے والوں اور قیامت میں اللہ کے دربار میں قرآن پاک جن لوگوں کی سفارش کرے گا، ان میں ہمیں بھی شامل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

بندۂ عاجز: عبد اللطیف قاسمی، غفرلہ ولوالدیہ واساتذہ اجمعین

جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

بروز سہ شنبہ ۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ یکم جنوری ۲۰۱۳ء

صاحبِ کتاب علامہ نووی شافعیؒ کا تعارف

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی یحی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن حزام بن محمد بن جمعہ ہے، آپ کی کنیت ابوزکریا ہے اور لقب محی الدین ہے۔(الطبقات الشافعیۃ ۸/۳۹۵).

ولادت باسعادت

علامہ نوویؒ ملک شام (سوریا) دمشق میں ''حوران'' نامی بستی کے ''نویٰ'' نامی دیہات میں ماہ محرم ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت

بچپن کا زمانہ ''نویٰ'' میں گذارا، آپؒ کے والد نے آپ کو ایک دکان میں لگادیا تھا؛ تاہم قرآن پاک کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرادیا تھا۔

رشد ونجابت کے آثار

علامہ نوویؒ کے شیخ یاسین بن یوسف زرکشیؒ فرماتے ہیں:

میں نے نوویؒ کو ''نوی'' میں ان کی دس سال کی عمر میں دیکھا، بچے انھیں اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کرتے ہیں اور یہ ان سے دور بھاگتے ہیں، ساتھیوں کے کھیلنے پر مجبور کرنے کی وجہ سے رو رہے ہیں اور اس حال میں بھی قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں۔

شیخ زرکشیؒ فرماتے ہیں: یہ صورتِ حال دیکھ کر میرے دل میں نووی کی محبت پیدا ہوگئی، ان کے والد نے انھیں ایک دکان میں لگادیا تھا، خرید وفروخت کی حالت میں بھی قرآن سے غفلت نہیں ہوتی تھی۔

زرکشیؒ فرماتے ہیں: نووی کو جو قاری صاحب قرآن پڑھارہے تھے، میں ان کے پاس گیا اور نووی کے بارے میں تاکیدی نصیحت کی اور کہا کہ مستقبل میں یہ بچہ اپنے زمانے کا بڑا عالم وزاہد بنے گا اور لوگ اس سے خوب مستفید ہوں گے۔

قاری صاحب نے مجھ سے کہا: کیا تم نجومی ہو؟ میں نے کہا، میں نجومی نہیں ہوں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے یہ کلمات نکلوائے ہیں۔

قاری صاحب نے نوویؒ کے والد محترم کو یہ قصہ سنایا، ان پر اس واقعے کا اثر ہوا اور حصولِ علم کے لیے علامہ نوویؒ کو لگا دیا۔

چنانچہ بلوغ سے پہلے حافظِ قرآن ہو گئے، ''نویٰ'' کے اساتذہ سے علم حاصل کرنے کے بعد ۶۴۹ھ میں دمشق آئے، دمشق میں پہنچ کر روزانہ مختلف فنون کے بارہ اسباق مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے، اسی دوران آپ نے اپنے والد کے ہم راہ حج کیا اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا۔

شرف بن مری علامہ نوویؒ کے والد محترم فرماتے ہیں: نوویؒ بچپن میں ستائیسویں رمضان میں میرے بازو میں سو رہے تھے، رات میں اچانک بیدار ہو گئے اور کہنے لگے یہ کیسی روشنی ہے جو پورے گھر میں پھیل گئی ہے، پورے گھر والے بیدار ہوئے؛ لیکن ہم میں سے کسی کو روشنی نظر نہیں آئی، پھر میں نے سمجھا کہ آج کی رات شبِ قدر ہے۔

(الطبقات الشافعیۃ الکبری ۸/ ۳۹۵)

فضائل

صاحبِ طبقات کبری نے آپ کا تذکرہ ان عظیم کلمات میں کیا ہے:

شيخ الاسلام، استاذ المتأخرين، حجة الله على اللاحقين، والداعى الى سبيل السالفين، كان يحى سيدا وحصورا مع التفنن فى اصناف العلوم فقها ومتون احاديث، واسماء الرجال، ولغة، وتصوفا وغير ذالك.

(الطبقات الکبری ۸/ ۳۹۶)

شیخ الاسلام متأخرین کے رہبر ورہنما، بعد والوں کے لیے حجت اور اسلاف کے طریقے کے داعی تھے، آپؒ نے تجرد کی زندگی گذاری، فقہ، متونِ حدیث، اسمائے رجال، لغت اور تصوف وغیرہ علوم کے جامع تھے۔

صاحب طبقات فرماتے ہیں:

آپ کی شخصیت سے متعلق علامہ شیخ تقی الدین سبکیؒ کے کلمات سے زیادہ کہنے پر میں قادر نہیں ہوں:

وفي دار الحديث لطيف معنى — على بسط لها أصبو وآوي

عسى أني أمس بحر وجهي — مكانا مسه قدم النواوي

دارالحدیث میں ایک عجیب حقیقت ومعنویت ہے، جس کے فرش کی جانب میں جاتا ہوں اور ٹھکانہ حاصل کرتا ہوں، اس امید کہ ساتھ کہ میرے چہرہ سے وہ جگہ مس ہوجائے جس پر علامہ نوویؒ کے قدم مبارک پڑے ہوں

زہد وقناعت

علامہ نوویؒ انتہائی زاہد، متقی، پرہیز گار اور صوم دہر کے پابند تھے، رات دن میں صرف ایک مرتبہ رات کے آخری حصے میں کھانا تناول فرمایا کرتے، پھلوں اور سبزیوں سے پرہیز کرتے، اگر کوئی اصرار کرتا، تو فرماتے اس سے جسم میں رطوبت پیدا ہوجاتی ہے اور اس سے نیند میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

نیز پھل نہ کھانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی خود آپ فرماتے ہیں کہ دمشق کے اکثر باغات اوقاف کے ہیں اور جن پر غیر مستحق لوگ قابض ہیں، لہذا ان کا استعمال درست نہیں، نیز دمشق میں بٹائی پر کھیتی ہوتی تھی جس کی وجہ سے علامہ نوویؒ ان پھلوں کے استعمال سے کلی اجتناب کرتے تھے۔

آپ کے والد محترم ''نوی'' سے انجیر وغیرہ روانہ فرماتے، آپ ان ہی معمولی غذاؤں پر قناعت کرتے، والدہ جو کپڑے روانہ کرتی تھیں، ان ہی کو استعمال فرمالیتے اور پیوند زدہ کپڑا پہنا کرتے، اپنے طلباء میں سے کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہ فرماتے، ایک مرتبہ ایک فقیر نے ایک پیالہ ہدیہ میں پیش کیا، تو اس کو قبول فرمالیا۔

اخلاق وعادات

علامہ نوویؒ کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے اندر زہد، تقوی، امراء وحکام کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے صفات موجود تھے۔

ابن فرح کہتے ہیں کہ شیخ محی الدین نوویؒ میں تین باتیں ایسی جمع تھیں کہ ان میں سے ہر صفت ایسی عظیم ہے کہ لوگ ایسے شخص کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے سفر طے کرنے پر مجبور ہو جاتے، زہد، تقوی اور امر بالمعروف نہی عن المنکر، چہ جائے کہ سب جمع ہوں۔

علمی مقام و مرتبہ

علامہ نوویؒ علماء شافعیہ کے عظیم ترین علمی شخصیات میں سے ہیں، حدیث، فقہ وغیرہ علوم میں آپ نے ''شرح مسلم'' ''ریاض الصالحین'' ''الاذکار النوویۃ'' وغیرہ کتب امت کے لیے بطور وراثت چھوڑی ہیں، یہ کتابیں ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہیں اور ہر مسلمان کی دینی ضرورت ان کتابوں سے پوری ہوتی ہے۔

حدیث، ،فقہ، اصولِ فقہ، اسمائے رجال، لغت، تصوف، منطق وغیرہ علوم میں آپ ماہر تھے، آپ نے طالبِ علمی کے زمانے میں انتہائی محنت سے علم حاصل کیا اور جب تدریس کا زمانہ آیا، تب بھی پورے انہماک و توجہ سے علمی مصروفیات میں مشغول رہے۔

ابن العطارؒ کہتے ہیں:

ہمارے شیخ نے ہم سے بیان کیا کہ علامہ نوویؒ رات اور دن میں کسی بھی وقت کو ضائع نہیں کرتے تھے: یہاں تک کہ راستہ چلتے چلتے بھی علمی سوچ میں مشغول رہتے، اس انداز سے چھ سال مطالعے میں گذارنے کے بعد تصنیف و تالیف، وعظ و نصیحت، درس و تدریس اور امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مصروف ہوئے۔

ابن خلکان کہتے ہیں: علامہ نوویؒ ''قبالیہ'' ''فلکیہ'' ''رکنیہ'' میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں، ۶۶۵ھ میں ''دارالحدیث اشرفیہ'' میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے تا وفات تقریباً گیارہ سال حدیث کا درس دیتے رہے۔

آپ کی تصنیفات

''شرح النووی علی مسلم'' ''المنھاج'' ''ریاض الصالحین'' ''الاذکار النوویۃ''، فقہ میں ''المجموع'' ''شرح المھذب'' تا کتاب المصراۃ ''روضۃ الطالبین'' اسمائے رجال

میں ''تھذیب الاسماء واللغات'' آداب میں ''التبیان فی آداب حملۃ القرآن'' وغیرہ متعدد نافع کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے علامہ نوویؒ کی کتابوں کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ محدثین، فقہاء اور عوام الناس میں سے کوئی علامہ نوویؒ کی کتابوں سے مستغنی نہیں ہے۔

صاحبِ طبقات شافعیہ فرماتے ہیں: علامہ نوویؒ کو عمرِ مستعار صرف پینتالیس (۴۵) سال ملی، نوویؒ نے اتنی زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں کہ ان کی پوری عمر محض اتنی کتابوں کی نقل کے لیے کافی ہے۔

معلوم نہیں کہ کس سرعت سے تصنیف فرماتے تھے اور وقت میں یہ حیرت انگیز برکت کہاں سے آجاتی تھیں، عمرِ شریف کی من جانب اللہ برکت ہی ہے کہ درس وتدریس، تلاوتِ قرآن، وعظ ونصیحت کی مصروفیات کے ساتھ اتنی اہم اور کثیر الفائدہ تصانیف سے اسلامی کتب خانے کو مزین کیا۔

حافظ ابن حجر، حافظ بدرالدین عینی، ابن تیمیہ اور دیگر متاخرین محدثین پر حدیث کے سلسلے میں آپ کا عظیم احسان ہے، جس سے کسی صاحبِ علم کو انکار کی گنجائش نہیں۔

آپ کے اساتذہ

رضی بن برھان، عبدالعزیز بن محمد انصاری، زین الدین بن عبدالدائم، جمال الدین صیرفی وغیرہ حضرات سے علم حاصل کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۷۴)

تلامذہ

علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپؒ سے کسبِ فیض کیا ہے، جن میں سلیمان جعفری، شہاب الدین احمد بن جعفران، شہاب الدین اربدی، علاء الدین بن عطار اور علامہ مزی وغیرہ حضرات ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۷۴)

وفات

علامہ نوویؒ نے بیت المقدس کا سفر کیا، واپس اپنی بستی ''نوی'' اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہو کر مرض الوفات میں مبتلاء ہوئے اور اسی جگہ پر پینتالیس (۴۵) سال کی عمر

میں ۲۴؍رجب المرجب ۶۷۶ھ میں وفات پائی، آپ کے والد محترم کا انتقال ۶۸۵ھ میں ہوا۔

اللہ تعالیٰ علامہ نوویؒ کی قبر پر نور کی برسات برسائے، ہمیں آپ کے علوم و معارف سے مستفید فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی اپنے نیک و مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین یارب العلمین

عبد اللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدی

مقدمہ الکتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکریم الحنان المنان ذی الطول، والفضل، والاحسان، الذی هدانا للایمان ،وفضل دیننا علی سائر الأدیان ،ومن علینا بإرساله إلینا أکرم خلقه علیه، وأفضلهم لدیه حبیبه، وخلیله، وعبده ،ورسوله محمد صلی اللہ علیه وسلم ،فمحابه عبادة الأوثان ،وأکرمه. صلی اللہ علیه وسلم۔ بالقرآن المعجزة المستمرة علی تعاقب الأزمان التی یتحدی بهاالإنس والجان بأجمعهم ،وأفحم بها جمیع أهل الزیغ والطغیان ،وجعله ربیعا لقلوب أهل البصائر، والعرفان ،فلایخلق علی کثرة التردد وتغایر الأحیان ،ویسره للذکر حتی استظهره صغار الولدان ،وضمن حفظه من تطرق التغیر إلیه، والحدثان، وهو محفوظ بحمد اللہ ،وفضله مااختلف الملوان ،ووفق للاعتناء بعلومه من اصطفاه من أهل الحذق، والاتقان ،فجمعوافیها من کل فن ماتنشرح له صدور أهل الإیقان ،أحمده علی ذالک وغیره من نعمه التی لا تحصی خصوصا علی نعمة الإیمان.

وأسأله المنة علیّ، وعلی سائر أحبابی و،سائر المسلمین بالرضوان ، وأشهد أن لا إله إلا اللہ وحده، لاشریک له شهادة محصلة للغفران، منقذة صاحبها من النیران ،موصلة إلی سکنی الجنان ،وأشهد أن محمدا عبده ورسوله الداعی إلی الإیمان، صلی اللہ علیه وسلم، وعلی آله وصحبه وشرف، وکرم، وعظم ماتعاقب الجدیدان أمابعد:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو مہربانی اور کرم والا، وسعت، فضل اور احسان والا ہے، جس نے ہمیں ایمان کی توفیق نصیب فرمائی اور تمام ادیان و مذاہب پر ہمارے دین کو فضیلت وفوقیت عطا فرمائی اور اپنی مخلوق میں سب سے افضل وبرتر اپنے حبیب

وخلیل کو ہماری جانب مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا، آپ ﷺ کے ذریعے بت پرستی کو مٹایا، آپ ص ﷺ کو قرآن پاک کی دولت سے نوازا جو مرورِایام کے باوجود ابدی معجزہ ہے، اس قرآنِ پاک کے ذریعے تمام انسان وجنات کے سامنے چیلنج پیش کیا اور تمام سرکش وگمراہ لوگوں کولا جواب کیا۔

قرآنِ پاک کو اہل بصیرت ومعرفت کے لیے موسم بہار بنایا، جو بار بار پڑھنے و تلاوت کرنے سے مرورِایام کے باوجود پرانا نہیں ہوتا ہے اور قرآنِ پاک کے حفظ کو آسان بنادیا؛ یہاں تک کہ چھوٹے بچوں نے بھی اس کو ازبر یاد کرلیا اور اس میں تغیرات وتبدیلیوں کے درآنے سے حفاظت کی ذمہ داری لی، اللہ کے فضل وکرم سے جب تک دن ورات کا سلسلہ باقی رہے گا، تب تک ان شاء اللہ یہ محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علومِ قرآن کے جانب ان ماہر وتجربہ کار لوگوں کو توجہ کرنے کی توفیق بخشی جن کو اس نے قبول فرمایا، چنانچہ ان حضرات نے اپنی کتابوں میں وہ تمام چیزیں جمع فرمائیں جن پر ایمان والوں کو شرح صدر ہوتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں خصوصًا ایمان کی نعمت پر شکر بجالاتا ہوں اور خداوند تعالیٰ سے اپنے لیے، اپنے تمام ساتھی اور تمام مسلمانوں کے لیے اس کی رضامندی وخوشنودی کی دعا کرتا ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایسی گواہی جو باعثِ مغفرت، جہنم کی آگ سے نجات دلانے والی اور جنت کے محلات تک پہنچانے والی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو ایمان کی دعوت دینے والے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے، جب تک یہ دنیا باقی رہے، اس وقت تک ان کے ساتھ سعادت، عظمت اور اعزاز کا معاملہ فرمائے۔ آمین

امابعد:

اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اس دین کے ذریعے جس کو اس نے پسند کیا یعنی دینِ اسلام کے ذریعے امت پر احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عظمت میں اضافہ فرمائے۔ اور

اس امت کے جانب مخلوق میں سب سے بہترین ذات کو مبعوث فرمایا۔آپ پر اللہ تعالیٰ کی کامل رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور اس امت کو اپنی کتاب افضلِ کلام کی نعمت سے مالا مال فرمایا، اس میں ان تمام چیزوں کو جمع فرمایا جن کی اس امت کو ضرورت تھی ، یعنی پہلے اور پچھلے لوگوں کی خبریں، پندونصائح ،ضرب الامثال ،آداب ،مختلف احکام اور قطعی دلائل جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے اور بے دین وگمراہ لوگوں کی کمر توڑنے میں واضح ہیں، ان کے علاوہ وہ تمام باتیں بھی ہیں جن کو اس کے پیغمبر علیہم الصلوات والسلام لے کر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے اجر وثواب کو دگنا کیا ہے اور اس کی وقعت اور عظمت بجالانے اس کے آداب کا لحاظ رکھنے اور حتی الوسع اس کے ساتھ احترام کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

قرآنِ پاک کی تلاوت کے فضائل میں بہترین، قابل اور معتبر شخصیات نے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو اہل علم ودانش کے نزدیک معروف ومشہور ہیں ؛لیکن ان کو یاد کرنے ؛ بلکہ ان کے مطالعہ کرنے سے بھی ہمتیں پست ہیں اور بڑی بڑی کتابوں سے اہل علم کے علاوہ کوئی استفادہ بھی نہیں کرسکتا ہے۔

میں نے اپنے شہر ''دمشق'' اللہ تعالیٰ اس کی اور تمام اسلامی ممالک کی حفاظت فرمائے۔کے باشندوں کو دیکھا کہ وہ۔ماشاء اللہ۔قرآنِ پاک کی جانب پڑھنے، پڑھانے کی اجتماعی وانفرادی اعتبار سے خصوصی توجہ کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی دن رات کوششیں کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور دیگر طاعات میں ان کے شوق وجذبے میں اضافہ فرمائے۔

ان حالات نے مجھے آمادہ کیا کہ ایک مختصر کتاب جو حاملینِ قرآن کے آداب، حفاظ اور طلبہ کی صفات پر مشتمل ہو تصنیف کروں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ساتھ ''نصح'' خیر خواہی کا حکم فرمایا ہے، قرآنِ پاک کے ساتھ خیر خواہی میں سے حاملینِ قرآن کے آداب بیان کرنا، ان کی ترغیب دینا اور ان آداب میں کمی وکوتاہیوں پر متنبہ کرنا بھی شامل ہے۔

میں اس کتاب میں اختصار کو پیشِ نظر رکھوں گا، تطویل سے گریز کروں گا اور ہر باب میں اس کے ایک حصے پر اکتفاء کروں گا، بقیہ کی جانب صرف اشارہ کروں گا، ابواب کے درمیان قواعد اور بہت سارے اہم فوائد ہیں، میں صحیح وضعیف احادیث کو معتبر محدثین کے حوالے سے بیان کروں گا، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علماء ومحدثین نے احادیثِ ضعیفہ پر فضائل اعمال میں عمل کرنے کی گنجائش دی ہے، اس کے باوجود میں صرف صحیح احادیث پر اکتفاء کروں گا؛ البتہ بعض مقامات پر ضعیف روایات کو بھی ذکر کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کریم ذات ہی پر میرا توکل وبھروسہ ہے، میں تمام چیزوں کو اسی کے حوالے کرتا ہوں، اسی سے سہارا حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے سیدھی راہ پر چلنے، سرکش وگمراہ لوگوں سے بچنے، اس پر استقامت کی توفیق اور امورِ خیر میں ترقی وزیادتی کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح وزاری کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اس سے خوف وخشیت اختیار کرتے ہیں جیسا کہ اس سے خوف وخشیت کا حق ہے اور مجھے اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے، تمام طاعات وعبادات کو آسان فرمائے، نیک کاموں میں میری مدد فرمائے اور مجھے موت تک استقامت کی توفیق نصیب فرمائے اور یہی معاملہ میرے دوستوں اور تمام ایمان والوں کے ساتھ بھی فرمائے۔ آمین

حسبی اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العظیم.

اللہ میرے لیے کافی اور بہترین سازگار ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق ومدد سے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) پہلا باب: قرآنِ پاک کی تلاوت اور حاملینِ قرآن کی فضیلت

(۲) دوسرا باب: قراءت اور قاریٔ قرآن کی فضیلت

(۳) تیسرا باب: اہلِ قرآن کے اعزاز واکرام اور ان کی ایذا رسانی سے اجتناب

(۴) چوتھا باب: قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے والوں کے آداب

(۵) پانچواں باب: حاملِ قرآن کے آداب اور ان کا اجر

(۶) چھٹا باب: قراءت کے آداب

(۷) ساتواں باب: مسلمانوں پر قرآنِ پاک کے حقوق

(۸) آٹھواں باب: مخصوص اوقات اور مخصوص حالات کی مستحب سورتیں اور آیتیں

(۹) نواں باب: قرآنِ پاک کی کتابت اور اس کی عظمت

(۱۰) دسواں باب: اس کتاب کے مشکل الفاظ اور اسماء کی وضاحت

پہلا باب

تلاوتِ قرآن اور حاملینِ قرآن کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ. (فاطر:۲۹،۳۰)

ترجمہ: جولوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہماری دی ہوئی نعمتوں میں سے چپکے سے اور کھل کر خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں نقصان وخسارہ نہیں ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر وثواب کو پورا پورا عطا فرمائے اور مزید اپنا فضل عطا فرمائے ،یقیناً وہ بخشنے والا قدر دان ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاریؒ نے اپنی صحیح میں جو کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے حضرت عثمانؓ بن عفان سے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

خیر کم من تعلم القرآن، وعلمه.

تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الذی یقرأ القرآن ،وهو ماهر به مع السفرة الکرام البررة ،والذی یقرأ القرآن ،وهو یتتعتع فیه ،وهو علیه شاق، له أجران.

(رواہ البخاری وابوالحسین مسلم بن مسلم القشیری النیسابوری فی صحیحہما)

قرآن کریم کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہوتا ہے جو لکھنے والے ہیں اور نیکوکار ہیں، جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت و پریشانی اٹھاتا ہے، اس

کے لیے دوہرا اجر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن مثل الأترجة ریحها طیب ، وطعمها طیب ، ومثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن مثل التمرة لا ریح لها ، وطعمها طیب حلو ، ومثل المنافق الذی یقرأ القرآن مثل الریحانة ریحها طیب ، وطعمها مر ، ومثل المنافق الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلة لیس لها ریح وطعمها مر۔

(رواہ البخاری ومسلم)

جو مسلمان قرآنِ شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج (بڑے لیموں) کی سی ہے، جس کی خوش بو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ اور جو مؤمن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوش بو کچھ نہیں؛ مگر مزہ شیریں ہوتا ہے، جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا، اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوش بو کچھ نہیں، جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال خوش دار پھول کی سی ہے کہ خوش بو عمدہ اور مزہ کڑوا ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن اللہ یرفع بهذا الکتاب أقواما ، ویضع به آخرین۔ (رواہ مسلم)

حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا حسد إلا فی اثنتین رجل آتاہ اللہ القرآن ، فهو یقوم به آناء اللیل ، وآناء النهار ، ورجل آتاہ اللہ مالا ، فهو ینفقه آناء اللیل وآناء النهار۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حسد (رشک وغبطہ) دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں، ایک وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے، دوسرے وہ شخص جس کو حق سبحانہ نے کثیر مال عطا فرمایا ہوا اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

اور یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

لاحسد إلافی اثنتین: رجل آتاه الله مالا ،فسلطه علی هلكته في الحق ، ورجل آتاه الله حكمة، فهو يقضي بها ويعلمها۔

حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں ، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا فرمایا ہو اور اس کو حق کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو، دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت (علم دین) عطا فرمایا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قرأ حرفا من كتاب الله تعالیٰ ،فله حسنة واحدة ،والحسنة بعشر أمثالها ،لاأقول الم حرف ،ولكن الف حرف ،ولام حرف ،وميم حرف.

(رواہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے ، اس کے لیے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے ، میں یہ نہیں کہتا کہ الم کا مجموعہ ایک حرف ہے ؛ بلکہ الف ایک حرف ہے ، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

من شغله القرآن عن ذكری ،ومسألتی ، أعطيته أفضل ما أعطی السائلين ، وفضل كلام الله سبحانه وتعالیٰ علی سائر الكلام كفضل الله تعالیٰ علی خلقه.

(رواہ الترمذی)

اللہ تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کے لیے فرصت نہیں ملتی ، اس کو دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ خود حق تعالیٰ کو تمام مخلوق پر۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

إن الذی لیس فی جوفه شیء من القرآن کالبیت الخرب.

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

جس شخص کے دل میں قرآنِ شریف کا کوئی بھی حصہ محفوظ نہیں، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یقال لصاحب القرآن إقرأ، وارتق، ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا، فإن منزلتك عند آخر آیة تقرأها. (رواہ ابوداؤد، والترمذی والنسائی، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا، بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا، تیرا مرتبہ وہ ہوگا، جہاں آخری آیت پر تو پہنچے۔

حضرت معاذ بن انسؓ جہنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن، وعمل بما فیه، ألبس الله والدیه تاجا یوم القیامة، ضوءه أحسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا، فما ظنکم بالذی عمل بهذا.

(رواہ ابوداؤد)

جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے، تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو (تو کیا حال ہوگا؟) پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل قرآن ہے۔

امام دارمیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إقرؤ القرآن، فإن الله تعالیٰ لا یعذب قلبا وعی القرآن، وإن هذا القرآن مأدبة الله، فمن دخل فیه، فهو آمن، ومن أحب القرآن فلیبشر.

قرآنِ پاک پڑھا کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہیں دیتے جس نے

قرآن کو یاد کیا ہو اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دستر خوان ہے، جو شخص اس میں داخل ہوا، وہ مامون ہے اور جس شخص نے قرآن پاک سے محبت کی اس کو خوش ہو جانا چاہئے۔

حضرت حمیدیؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سفیان ثوریؒ سے دریافت کیا جو شخص جہاد کرتا ہے وہ آپ کے نزدیک محبوب ہے؟ یا وہ شخص جو قرآن پاک پڑھتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میرے نزدیک وہ شخص محبوب ہے جو قرآن شریف پڑھتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

خیر کم من تعلم القرآن و علمہ.

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

دوسرا باب

قراءت اور قاریٔ قرآن کی فضیلت

حضرت ابومسعود انصاری بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

یؤم القوم أقرأهم لکتاب اللہ تعالیٰ. (رواہ مسلم)

قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کو اچھا پڑھنے والا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

کان القراء أصحاب مجلس عمر رضی اللہ عنه ومشاورته کهولا وشبابا. (رواہ البخاری)

حضرت عمر بن خطابؓ کی مجلس شوریٰ قرائے قرآن پر مشتمل تھی جس میں نوجوان اور ادھیڑ عمر کے لوگ ہوتے تھے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتبر علمائے کرام کا راجح اور صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت، تسبیح، تہلیل وغیرہ تمام اذکار سے افضل ہے اور اس سلسلے میں واضح دلائل موجود ہیں۔ واللہ اعلم

تیسرا باب

اہلِ قرآن کے اعزاز واکرام اوران کی ایذارسانی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. (الحج:۳۲)

جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے، (وہ مشرک نہیں ہے) سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ. (الحج:۳۰)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی قابلِ احترام چیزوں کی تعظیم کرے، تو یہ تعظیم کرنا اس کے رب کے پاس اس کے لیے خیر کا سبب ہوگا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الشعراء:۲۱۵)

جن ایمان والوں نے آپ کی اتباع کی ہے، ان کے ساتھ شفقت اور تواضع کا برتاؤ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. (الاحزاب:۵۸)

جو لوگ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو ان باتوں کے ذریعے تکلیف واذیت پہنچاتے ہیں جن کو انہوں نے کیا نہیں، یقیناً انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا ارتکاب کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن من إجلال الله تعالیٰ إکرام ذی الشیبة المسلم ،وحامل القرآن غیر الغالی فیه،والجافی عنه،وإکرام ذی السلطان المقسط. (رواہ ابوداؤد، وھو حدیث حسن)

اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں سفید بالوں والے مسلمان کا اکرام واحترام کرنا، اس حاملِ قرآن کا اکرم کرنا جو قرآن میں غلو کرنے ولا، اس سے اعراض وکنارہ کشی اختیار کرنے والا نہ ہو اور انصاف کرنے والے پادشاہ کا اکرام کرنا بھی شامل ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أمرنا رسول الله صلَّى الله علیه وسلَّم أن ننزل الناس منازلهم.

(رواہ ابوداؤد فی سننہ والبزار فی مسندہ)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مقام ومرتبے کا لحاظ کریں۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں:

کان یجمع بین الرجلین مع قتلیٰ أحد ،ثم یقول أیهما أکثر أخذا للقرآن ، فإن أشیر إلی أحدهما، قدمه فی اللحد. (رواہ البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد میں دو دو آدمیوں کو جمع فرماتے اور آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سے قرآن شریف کو کس نے زیادہ یاد کیا ہے، جب ان میں سے کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو لحد میں قبلے کی جانب سب سے آگے رکھتے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله عز وجل قال: من أذی لی ولیا، فقد آذنته بالحرب. (رواہ البخاری)

اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں: جو میرے دوست اور ولی کو اذیت وتکلیف پہنچاتا ہے، میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

بخاری ومسلم کی روایت میں ہے:

من صلی الصبح، فهو فی ذمة الله تعالیٰ، فلا یطلبنکم الله بشیء من ذمته.

جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی پناہ وامان میں ہے، اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز اپنی پناہ وامان کی وجہ سے تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے (یعنی ایسے شخص کے ساتھ تعرض

مت کرو، اس لیے وہ اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمہاری کسی بات پر گرفت فرمائیں، توتم بچ نہیں سکتے)

جلیل القدر ائمہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

اگر علماء اللہ کے دوست اور ولی نہ ہوں، تو اس کا دوست اور ولی کوئی نہیں ہوسکتا۔

حافظ ابوالقاسم ابن عساکرؒ نے فرمایا:

اے میرے بھائی جان لو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اس سے ڈرتے ہیں جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

أن لحوم العلماء مسمومة ،وعادة الله فى هتك أستار منتقصيهم معلومة، وأن من أطلق لسانه فى العلماء بالثلب ،إبتلاه الله قبل موته بموت القلب، فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (النور: ۶۳)

علماء کرام کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں (جو آدمی بدگوئی، طعن وتشنیع کے ذریعے ان کو کھائے گا، وہ ہلاک وبرباد ہوجائے گا) اور ان کی آبرووعزت میں تنقیص کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عادت معلوم ہے، جو آدمی علماء کے سلسلے میں ملامت، طعن وتشنیع کے ذریعے زبان درازی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ موت سے پہلے اس کے دل کو مردہ بنادیتے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس بات سے کہ ان پر کوئی فتنہ (مصیبت) یا دردناک عذاب آپڑے۔

چوتھا باب

قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے والوں کے آداب

چوتھا، پانچواں اور چھٹا باب کتاب کے بنیادی مقاصد پر مشتمل ہیں اور چوتھا باب بہت طویل وعریض ہے، ان شاء اللہ میں مختصراً اس کے چند پہلوؤں پر گفتگو کروں گا اور اس کے مقاصد کی طرف اشارہ کروں گا؛ تاکہ ان کو یادرکھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہوجائے۔

فصل: اصلاح نیت

سب سے پہلی بات جو پڑھنے اور پڑھانے والے کی ضروری ہے وہ یہ کہ پڑھنے اور پڑھانے کے ذریعے اللہ کی رضامندی وخوشنودی کی نیت کرے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ. (البینۃ:۵)

ان کو یہی حکم ہوا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ پر خالص کر کے اللہ ہی کی بندگی کریں، نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیں، یہی ہے مضبوط لوگوں کا راستہ۔

بخاری ومسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل إمرإ مانوى.

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔

یہ حدیث اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنمايعطى الرجل على قدر نيته.

ہر شخص کو اس کی نیت کے بقدر دیا جاتا ہے۔

اور بعض صحابہ سے مروی ہے:

إنما يعطى الناس على قدر نياتهم.

لوگوں کوان کی نیتوں کے بقدر دیا جاتا ہے۔

استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا:

الإخلاص إفراد الحق في الطاعة.

خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کی نیت کرنے کا نام اخلاص ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے عمل و طاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کرے، مخلوق سے کوئی بھی چیز مثلاً، لوگوں کی تعریف، ان کے دلوں میں محبت، نیک نامی وشہرت، یا کسی اور چیز حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے اور فرمایا کہ اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے:

الإخلاص تصفية الفعل عن ملاحظة المخلوقين.

مخلوق کا لحاظ کرنے سے عمل کو پاک وصاف رکھنے کا نام اخلاص ہے۔

اور حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

الإخلاص استواء أفعال العبد في الظاهر والباطن

ظاہر و باطن میں بندے کے اعمال کے یکساں ہونے کا نام اخلاص ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

اخلاص کی تین علامتیں ہیں:

عام لوگوں کی تعریف وتنقیص عمل کرنے والے کے نزدیک برابر ہو (۲) اعمال میں دیکھنے کے عمل کو بھول جانا (کتنا کیا، کیا کیا، عمل کرے اور چھوڑ دے)

(۳) عمل کا ثواب آخرت میں طلب کرنا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

ترك العمل لأجل الناس رياء، والعمل لأجل الناس شرك، والإخلاص أن يعافيك الله منهما.

لوگوں کی وجہ سے عمل کو چھوڑ دینا ریا کاری ہے، لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھے، یہ اخلاص ہے۔

سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپؒ نے فرمایا:

اہل عقل و دانش نے اخلاص کی تعریف میں غور کیا، تو اس تعریف کے علاوہ کوئی دوسری تعریف نہیں پائی کہ عمل کرنے والے کی حرکت اور اس کا سکون خلوت و جلوت میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اس میں نفس، نفسانی خواہش اور دنیا کی کسی بھی طرح کی آمیزش نہ ہو۔

سری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

کسی عمل کو لوگوں کے لیے نہ کرو، نہ لوگوں کی وجہ سے کسی عمل کو چھوڑو، لوگوں سے کسی عمل پر پردہ نہ ڈالو اور لوگوں کے سامنے کسی عمل کو واضح نہ کرو۔

قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بہترین صدق خلوت و جلوت کا برابر ہونا ہے۔

حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے:

صادق وہ ہے جو اپنے نفس کی اصلاح کی خاطر کسی چیز کی پرواہ نہ کرے، اگرچہ لوگوں کے دلوں میں اس کی جو عظمت و محبت ہے اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اور اپنے اچھے عمل پر رتی برابر بھی لوگوں کے واقف ہونے کی خواہش نہ کرے اور اپنے برے عمل پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند نہ کرے، اس لیے کہ اس کا ناپسند کرنا، اس بات کی دلیل ہے وہ لوگوں کے نزدیک قدر و قیمت چاہتا ہے، یہ صدیقین کا شیوہ نہیں ہے۔

بعض اللہ والوں سے منقول ہے:

جب تم اللہ تعالیٰ سے صدق طلب کرو، تو اللہ تعالیٰ تمھیں ایک آئینہ دیں گے جس میں تم دنیا و آخرت کے تمام عجائبات دیکھ سکو گے۔

میں نے اس کتاب میں اسلاف کے بہت سارے اقوال کی جانب اشارہ کیا ہے؛ تاکہ مطلوب و مقصود پر تنبیہ ہو سکے اور میں نے "شرح المھذب" کی ابتدا میں اس طرح کے بے شمار اقوال کو ذکر کیا ہے۔

اور اس کے ساتھ "**آداب المعلم والمتعلم**" "**والفقیه والمتفقه مالا یستغنی عنه طالب العلم**" کو بطور ضمیمہ شامل کیا ہے۔ واللہ اعلم

فصل: استاذ کو چاہیے کہ طالبِ علم سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھائے

استاذ و طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ قرآن پاک کے ذریعے دنیوی مقاصد مال، عہدہ و مرتبہ، معاصرین پر فوقیت و برتری، لوگوں میں شہرت، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے ارادے کو بالکل مقصود نہ بنائے، استاذ اور قاری صاحب کے لیے ضروری ہے کہ طالبِ علم سے کسی بھی قسم کے فائدے کی امید سے اپنی تعلیم کو پاک وصاف رکھے، چاہے وہ فائدہ خدمت ہو، یا ہدیہ کی صورت میں مال، اگرچہ وہ تھوڑی ہی مقدار میں ہو، اگر وہ اس طالب علم کو نہ پڑھاتا، تو اس کو ہرگز وہ ہدیہ نہ ملتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ (الشوریٰ:۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس کے لیے کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں، جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کے لیے کچھ حصہ نہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ۔ (الاسراء:۱۸)

جو شخص دنیا کا سامان چاہتا ہے، ہم اس میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله تعالىٰ، لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من أعراض الدنيا، لم يجد عرف الجنة يوم القيامة۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

جو شخص ایسا علم حاصل کرے جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل کی جاسکتی ہے؛ لیکن وہ شخص اس علم کو اس لے حاصل کرتا ہے؛ تاکہ اس کی وجہ سے دنیا کا کچھ حصہ اسے مل جائے، تو وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوش بو بھی سونگھ نہیں سکے گا۔

حضرت انس اور حضرت حذیفہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

من طلب العلم ليماري به السفهاء أو يكاثر به العلماء أو يصرف به وجوه الناس إليه، فليتبوأ مقعده من النار. (رواہ الترمذی من روایۃ کعب بن مالک وقال ادخلہ النار)

جو آدمی علم اس لیے حاصل کرے؛ تاکہ بے وقوف لوگوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کرے، یا علماء پر فخر کرے، یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اس کو چاہئے کہ جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنالے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائیں گے۔

فصل: طلبہ کسی قابل عالم کے پاس چلے جائیں، تو ناراض نہیں ہونا چاہئے

استاذ ومدرس کو اپنے پاس طلبہ کی بھیڑ جمع کرنے اور لوگوں کی آمد ورفت سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہئے، اگر اپنے طلبہ کسی دوسرے قابلِ آدمی کے پاس جاکر استفادہ کرتے ہیں، تو اس کو ہرگز برا نہیں سمجھنا چاہئے، یہ سب سے بڑی مصیبت ہے جس میں ناواقف اساتذہ مبتلا ہوجاتے ہیں اور یہ بات ان کی بدنیتی اور بدباطنی کی کھلی دلیل ہے؛ بلکہ یہ روشن دلیل ہے کہ اس استاذ ومدرس نے اپنی تعلیم سے اللہ کی رضا کو مقصود نہیں بنایا ہے، اللہ کی رضا مقصود ہوتی، تو اس کے طلبہ کا دوسرے قابل استاذ سے استفادہ کرنے سے اس کو ہرگز ناگواری نہ ہوتی؛ بلکہ ایسی صورت میں استاذ کو چاہئے کہ اپنے دل کو سمجھائے کہ اس کو پڑھانے سے میرا مقصود اللہ کی اطاعت اور اس کی رضامندی ہے، الحمد اللہ وہ مجھے مل گئی، اب وہ طالبِ علم دوسروں کے پاس جاکر مزید علم حاصل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اس پر کسی قسم کی ناراضگی نہیں ہونی چاہئے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت علی بن طالبؓ کے مندرجہ ذیل ملفوظات نقل فرمائے ہیں:

يا حملة القرآن أو قال يا حملة العلم! اعملوا به، فإنما العالم من عمل بما علم، ووافق علمه عمله، وسيكون أقوام يحملون العلم لا يجاوز تراقيهم يخالف عملهم علمهم، وتخالف سريرتهم علانيتهم، يجلسون حلقا، يباهي

بعضهم بعضا حتى أن الرجل ليغضب على جليسه أن يجلس إلى غيره ويدعه، أولئك لا تصعد أعمالهم في مجالسهم تلك إلى الله تعالى.

آپؒ نے فرمایا: اے حاملینِ قرآن! اے علماء کی جماعت! علم پر عمل کرو، عالم صرف وہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرے اور جس کا علم اس کے عمل کے مطابق ہو، عنقریب کچھ لوگ آئیں گے جو اس علم کو حاصل کریں گے اور وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا ،ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا، ان کی خلوت ان کی جلوت کے برعکس ہوگی، چھوٹے چھوٹے حلقے بنالیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے؛ یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے ساتھ بیٹھنے والوں (طلبہ) پر غصہ کریں گے، جب یہ طلبہ دوسروں کے پاس چلے جائیں تو ناراض ہوکر انہیں چھوڑ دیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اللہ تک نہیں پہنچتے۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ لوگ مجھ سے علم اور یہ کتابیں حاصل کریں اور میری جانب ایک حرف بھی منسوب نہ کریں۔

فصل: استاذ کے لیے اذکار، ادعیہ مسنونہ اور اخلاق حسنہ کا اہتمام

استاذ کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اچھے اخلاق، ان خوبیوں اور پسندیدہ عادات سے سنوارے جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، یعنی دنیا سے بے رغبتی، دنیاوی اسباب کی قلت، دنیا اور دنیا دار لوگوں سے بے نیازی، سخاوت، بخشش، مکارم اخلاق، خندہ پیشانی سے لوگوں سے ملاقات، حلم وبردباری، صبر، خسیس پیشوں سے اجتناب، تقویٰ، خشوع وخضوع اور وقار وجمال کا اختیار کرنا، بے جا ہنسی سے پرہیز، حد سے زیادہ مذاق کرنے سے بچنا اور شرعی وظائف کا اہتمام، پاکی صفائی کا خیال رکھنا، ان بالوں کو صاف کرنا جن کے صاف کرنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، مونچھوں کو کاٹنا، ناخن کاٹنا، داڑھی میں کنگھا کرنا، بدن اور کپڑوں کے میل کچیل کو صاف کرنا چاہئے اور حسد، ریاکاری، خود پسندی اور دوسروں کی حقارت سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

ان اذکار، تسبیحات اور ادعیہ کا اہتمام کرے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں،

خلوت وجلوت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھے اور تمام امور میں صرف اللہ جل شانہ پر بھروسہ واعتماد رکھے۔

فصل: طلبہ کے ساتھ نرمی اور شفقت

استاذ کو چاہئے کہ اپنے طلبہ کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے، ان کی خوش آمد کرے اور اپنی وسعت کے بقدر ان کے ساتھ احسان کرے۔

ہارون عبدریؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت حاضر ہوتے، تو آپؓ فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تمہیں مبارک ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن الناس تبع لكم ،وإن رجالا يأتونكم من أقطار الارض يتفقهون فى الدين ،فإذاأتوكم ،فاستوصوابهم خيرا.

(رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرھما، ورویناہ نحوہ فی مسند الدارمی عن ابی الدرداء)

لوگ تمہاری اتباع کریں گے اور کچھ لوگ عالم کے چپے چپے سے تمہارے پاس دین کا علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں، تو تم ان کے ساتے بھلائی کا معاملہ کرو۔

فصل: طلبہ کے ساتھ خیر خواہی

استاذ کو چاہئے کہ طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے، اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدين النصيحة ،قلنا :لمن يارسول الله !قال لله ،ولكتابه،ولرسوله ،ولأئمةالمسلمين،وعامتهم. (رواہ مسلم)

دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا، خیر خواہی کس کے ساتھ کی جائے؟ فرمایا: اللہ کے کے ساتھ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ کی جائے۔

اللہ اور اس کی کتاب کی خیر خواہی میں اس کی کتاب کے پڑھنے والے کا اکرام، اس

کی مصلحتوں کی جانب اس کی رہنمائی ورہبری، اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ، اس کے حصولِ علم میں جو مدد ہو سکے کرنا اور اس کے دل کو خوش کرنا بھی شامل ہے۔

استاذ کو چاہئے کہ وہ طالب علم کی تعلیم کے سلسلے میں کشادہ دل، اس کے ساتھ مہربانی کرنے والا اور اس کی تعلیم کا شوقین ہو۔

استاذ کو چاہیئے کہ طالبِ علم کو اس کی فضیلت یاد دلاتا رہے؛ تاکہ فضائل کا استحضار اس کے لیے نشاط اور حصولِ علم کا شوق وجذبہ کا سبب ہو اور طالبِ علم کو دنیا سے بے رغبت بنائے، دنیا کی طرف مائل ہونے، اس سے دھوکہ کھانے سے بچائے، طالبِ علم کو قرآن پاک کی مشغولی اور دینی علوم میں لگنے کی فضیلت بتائے، یہ اللہ کے نیک بندوں کا راستہ ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شیوہ ہے۔

استاذ کو چاہئے کہ وہ طالبِ علم کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے، اس کی ضروریات اور اس کی مصالح کی طرف اس طرح توجہ دے جیسے اپنے اولاد کی ضروریات اور اس کی مصالح کی جانب توجہ دیتا ہے، طالبِ علم کو شفقت میں اپنے اولاد کے قائم مقام سمجھے، کبھی کبھی اس سے بدتمیزی، گستاخی یا بے ادبی ہوجائے، تو اسے معذور سمجھے، اس لیے کہ انسان نقائص میں مبتلا رہتا ہے، خاص طور سے جب کہ وہ کم سن اور کم عمر ہو۔

استاذ کو چاہئے کہ طالبِ علم کے لیے ان ہی بھلائیوں وخوبیوں کو پسند کرے جن کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور طالبِ علم کے لیے ان عیوب ونقائص کو برا سمجھے جن کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے۔

بخاری ومسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

لا یؤمن أحدکم حتی یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ.

تم میں سے کوئی آدمی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

أکرم الناس علیَّ جلیسی الذی یتخطی الناس حتی یجلس إلی، لو استطعت

أن لا يقع الذباب على وجهه لفعلت.

میرے نزدیک معزز طالبِ علم وہ ہے جو دور دراز مقام سے میرے پاس آئے؛ تاکہ وہ میرے قریب بیٹھے، اگر اس کے چہرہ پر مکھی بیٹھ جائے اور میں اسے دور کر سکتا ہوں، تو ضرور دور کروں گا، دوسری روایت میں ہے: اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے، تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

استاذ کو چاہئے کہ اپنے آپ کو طلبہ کے بنسبت بڑا نہ سمجھے؛ بلکہ ان کے ساتھ نرمی اختیار کرے اور ان کے ساتھ تواضع اختیار کرے، عام لوگوں کے ساتھ تواضع اختیار کرنے کے سلسلے میں بہت سارے فضائل آئے ہیں، تو ان لوگوں کے ساتھ جو اس کی اولاد کی طرح ہیں، قرآنِ پاک کی تعلیم میں مصروف ہیں اور اپنے ہی ساتھ رہتے ہیں بدرجہ اولیٰ ان کے ساتھ تواضع و نرمی کا معاملہ کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لينوا لمن تعلمون، ولمن تتعلمون منه.

جو لوگ تم سے علم حاصل کرتے ہیں، ان کے ساتھ اور جن سے تم علم حاصل کرتے ہو، ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو۔

ایوب سختیانیؒ سے منقول ہے:

عالم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے اپنے سر پر خاک ڈالے۔

فصل: طلبہ کو مسنون آداب اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا

استاذ کو چاہئے کہ طالبِ علم کو رفتہ رفتہ مسنون آداب اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرے، طالبِ علم کو اس کے تمام امور، خلوت وجلوت، ظاہر و باطن میں محتاط رہنے کا عادی بنائے، طالبِ علم کو اپنے قول وعمل سے اخلاص، صدق، حسن نیت اور ہر آن اللہ تعالیٰ کے استحضار کی ترغیب دے اور طالبِ علم کو بتائے کہ ان صفات سے اس کے لیے انوار ومعارف کے دروازے کھلتے ہیں، شرحِ صدر کی نعمت حاصل ہوتی ہے، اس کے سینے سے علم وحکمت کے چشمے پھوٹیں گے، اس کے علم اور احوال میں ترقی نصیب ہوگی۔

فصل: دینی تعلیم حاصل کرنا فرضِ کفایہ

طلبہ کو علمِ دین سکھانا فرضِ کفایہ ہے، اگر اس کے لیے ایک ہی شخص قابل ہو، تو اس پر فرض عین ہو جاتا ہے، اگر بہت سارے قابل افراد ہوں؛ لیکن کوئی علم نہ سکھائے، تو سب گنہگار ہو جائیں گے، اگر بعض افراد اس ذمہ داری کو سنبھالیں، تو سب سے گناہ ساقط ہو جائے گا، اگر کسی پڑھانے والے سے تقاضا کیا گیا، اس نے انکار کر دیا، اس میں دو قول ہیں، راجح قول یہ ہے کہ وہ گنہگار نہ ہوگا؛ لیکن بلا عذر اس کے لیے انکار کرنا مکروہ ہوگا۔

فصل: طلبہ کی مصالح کی رعایت

استاذ کو چاہئے کہ وہ طلبہ کی تعلیم کا بے حد شوقین ہو، اپنے غیر ضروری دنیوی تقاضوں پر تعلیم کو فوقیت وترجیح دینے والا ہو، جب پڑھانے کے لیے بیٹھے، تو تمام چیزوں سے ذہن کو خالی کر کے بیٹھے، طلبہ کو اسباق سمجھائے، ہر طالبِ علم کو اس کا حق دے، جو سبق طالبِ علم زیادہ یاد نہیں کر سکتا، اس کو زیادہ سبق نہ دے، جو زیادہ یاد کر سکتا ہے، اس کے لیے سبق کم نہ کرے، آموختہ کو دہرانے کی عادت ڈالے، جس طالبِ علم میں شرافت ونجابت کے اثار دیکھے، اس پر خصوصی توجہ ومہربانی کرے بشرطیکہ اس طالبِ علم پر خود پسندی، یا کسی اور فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو، جو طالبِ علم محنت میں کوتاہی کرے اور اس کے متنفر ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اس پر سختی کرے، اگر کوئی طالبِ علم کسی فن میں ماہر ہو جائے، تو اس پر ہرگز حسد نہ کرے، اس لیے کہ عام لوگوں پر حسد کرنا سخت گناہ ہے، تو پھر اس طالبِ علم پر کیسے حسد کیا جا سکتا ہے؟ جو اسی کا طالبِ علم ہے اور اپنی اولاد کے حکم میں ہے، آخرت میں طالبِ علم کا اجر وثواب استاذ ہی کی طرف لوٹتا ہے اور دنیا میں نیک نامی استاذ ہی کو ملتی ہے۔

فصل: سبق میں پہلے آنے والے طلبہ کا لحاظ

جب طلبہ کی تعداد زیادہ ہو جائے، تو جو سب سے پہلے آیا ہے، اس کو پڑھائے، اگر پہلے آنے والے نے دوسروں کو پڑھانے کی اجازت دے دی، تو کوئی حرج کی بات نہیں، استاذ کو چاہئے کہ وہ طلبہ کے ساتھ خوش دلی وخندہ پیشانی سے پیش آئے اور طلبہ کے حالات معلوم

کرتا رہے۔

فصل: بدنیتی کی وجہ سے طالبِ علم کو تعلیم سے محروم نہ کرے

علماء نے فرمایا کہ کسی بھی طالبِ علم کو اس کی بدنیتی کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہ کرے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: طالب علم کا علم کو طلب کرنا ہی نیت ہے، بعض علماء نے فرمایا: ہم نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہی لیے منظور فرمالیا، مطلب یہ ہے کہ فی الحال علم کا حاصل کرنا انجام کے اعتبار سے اللہ کے لیے ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

فصل: درس میں حاضری کے آداب

ضروری آداب میں سے یہ بھی ہے کہ طلبہ کو پڑھاتے وقت اپنے ہاتھوں کو کھیل میں لگانے اور بلاضرورت ادھر ادھر دیکھنے سے اپنے آپ کو بچائے، درس گاہ میں باوضو، قبلہ رخ اور پرُ وقار ہو کر پاک صاف لباس پہن کر بیٹھے، جب درس گاہ حاضر ہو، تو درس گاہ میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اور دو زانو بیٹھے۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ آپؓ تلامذہ کو مسجد میں دوزانو بیٹھ کر پڑھاتے تھے۔

فصل: علم کی توہین نہ کرے۔

ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ علم کو ذلیل نہ کرے، لہٰذا کسی ایسی جگہ نہ جائے، جہاں طالبِ علم کو اسی کی جگہ پر پڑھانا پڑے، اگرچہ وہ خلیفہ، یا اس سے اوپر درجے کا کوئی دوسرا شخص ہی کیوں نہ ہو؛ بلکہ ان چیزوں سے علم کی حفاظت کرے، جیسا کہ ہمارے اسلاف نے حفاظت کی تھی، اس سلسلے میں اسلاف و اکابر کے واقعات مشہور ہیں۔

فصل: استاذ کو اپنی مجلس وسیع رکھنی چاہئے

استاذ کو چاہئے کہ اپنی مجلس وسیع رکھے؛ تاکہ اس کے ساتھ بیٹھنے والوں کو اطمینان ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

خیـر المجالس أوسعهـا.

(رواہ ابوداؤد فی سننہ فی أوائل کتاب الادب باسناد صحیح من روایۃ ابی سعید الخدریؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین مجلس وہ ہے جو وسیع ہو۔

فصل: طلبہ کے لیے حصول علم کے آداب

ہم نے جتنے آداب اساتذہ سے متعلق بیان کیا ہے، وہ تمام آداب بعینہ طلبہ کے لیے بھی ضروری ہیں، نیز طلبہ کو چاہئے ان تمام چیزوں سے احتراز کریں جو حصولِ علم میں رکاوٹ بنتے ہوں، طلبہ کو چاہئے کہ اپنے دلوں کو گندگیوں سے پاک صاف رکھیں؛ تاکہ دل قرآن کو قبول کرنے، اس کے یاد کرنے اور فوائد کو حاصل کرنے کے قابل بنیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألاإن في الجسد مضغة ،إذا صلحت ،صلح الجسد كله ،وإذا فسدت، فسد الجسد كله، ألا وهي القلب.

سنو! جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوجائے، تو تمام جسم درست ہوجاتا ہے، جب وہ خراب ہوجائے، تو تمام جسم خراب ہوجاتا ہے، سنو وہ دل ہے۔

کسی کہنے والے نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

يطيب القلب للعلم، كما تطيب الارض للزراعة.

علم کے لیے مناسب اور عمدہ دل چاہئے جیسا کہ زراعت کے لیے عمدہ زمین چاہئے۔

طلبہ کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئیں، اگرچہ عمر میں اپنے سے چھوٹے ہی ہوں، شہرت، حسب ونسب کے اعتبار سے کم درجے کے کیوں نہ ہوں، علم کا ادب واحترام کریں، ان ہی آداب سے علم حاصل ہوتا ہے، اسی بات کو علماء نے نظم میں بیان کیا ہے:

العلم حرب للفتى المتعالي ۔۔۔ كالسيل حرب للمكان العالي

متکبر نوجوان کے لیے علم تباہی کا ذریعہ ہے، جیسا کہ سیلاب اونچی جگہ کے لیے تباہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

طلبہ کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے مطیع وفرماں بردار ہوں، تمام امور میں اپنے اساتذہ

سے مشورہ کرتے رہیں اوران کی باتوں پر عمل کریں، جیسے عقل مند مریض خیر خواہ اور ماہر حکیم کی بات کو قبول کرتا ہے۔

فصل: قابل اور ذی استعداد علماء سے علم حاصل کرنا

طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ ایسے کامل وقابل استاذ سے علم حاصل کرے جس کی صلاحیت اچھی ہو، دین داری، معرفت اور تقوی میں مشہور ہو۔

حضرت امام ابن سیرینؒ اور امام مالکؒ نے فرمایا:

هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم.

یہ علم دین کا ایک شعبہ ہے، لہٰذا تم کن لوگوں سے دین کو حاصل کرتے ہو، اس سلسلے میں غور وفکر سے کام لو۔

طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے استاذ کو احترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کی قابلیت اور اس سلسلے میں دیگر لوگوں سے افضل وبرتر ہونے کا اعتقاد رکھے، اس لیے کہ یہ بات استاذ سے فائدہ اٹھانے میں معاون ہوتی ہے، بعض اللہ والے جب اپنے استاذ کی خدمت میں جاتے، تو کوئی چیز صدقہ کر کے جاتے اور یوں دعا کر کے جاتے:

اللهم استر عيب معلمي عني، ولا تذهب بركة علمه مني.

اے اللہ! مجھ پر میرے استاذ کے عیوب ونقائص کو ظاہر نہ فرما اور میرے استاذ کے علم کی برکت سے مجھے محروم نہ فرما۔

امام شافعیؒ کے شاگرد ربیعؒ نے فرمایا:

استاذ کے جلال وہیبت کی وجہ سے مجھے کبھی بھی میرے استاذ امام شافعیؒ کے سامنے پانی پینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

حضرت علی بن طالبؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

☆ استاذ کے حقوق میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں کہ تم عام لوگوں کو سلام کرو؛ لیکن بطور خاص استاذ کو سلام کرو۔

☆ استاذ کے سامنے بیٹھو، استاذ کے سامنے ہرگز ہاتھ، یا آنکھ سے اشارہ نہ کرو اور

استاذ کے سامنے یوں نہ کہو کہ فلاں شخص جیسا آپ کہتے ہیں، اس کے خلاف کہتا ہے۔

☆ استاذ کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، جب استاذ کی مجلس میں حاضر ہوں، تو کسی کے ساتھ سرگوشی نہ کرو۔

☆ جب استاذ کھڑے ہوں، تو ان کے کپڑوں کو مت پکڑو، جب استاذ سست ہو جائیں، تو ان سے کسی بات کے لیے اصرار نہ کرو۔

استاذ کی صحبت سے اعراض و بے رخی مت کرو۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

طالبِ علم کو چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذکورہ بالا نصائح پر عمل کرے، اگر طالبِ علم کے سامنے استاذ کی کوئی غیبت کرے، تو جہاں تک ہو سکے مدافعت کی کوشش کرے، اگر مدافعت ممکن نہ ہو، تو اس مجلس سے چلا جائے۔

فصل: مجلس میں حاضری کے آداب

طالبِ علم کو چاہئے کہ استاذ کی خدمت میں مذکورہ سابقہ تمام آداب کے ساتھ حاضر ہو، باوضو، مسواک کے استعمال کے ساتھ جائے اور تمام چیزوں سے ذہن کو فارغ کر کے جائے، اگر استاذ کی مجلس میں جانے کے لیے اجازت کی ضرورت ہو، تو بلا اجازت ہرگز نہ جائے، جب جائے، تو تمام حاضرین کو اور بطور خاص استاذ کو سلام کرے، جب مجلس سے باہر آئے، تب بھی استاذ اور تمام حاضرین کو سلام کر کے واپس آئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لیست الاولی أحق من الثانیة.

واپسی کا سلام اور ابتدائی سلام دونوں برابر ہیں۔

لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے نہ جائے؛ بلکہ مجلس میں جہاں جگہ ملے، وہاں بیٹھ جائے؛ البتہ استاذ خود اپنے سامنے آنے کی اجازت دیں، یا اہل مجلس اس شخص کا اکرام کرتے ہوئے آگے جگہ دیں، تو آگے جا سکتا ہے، کسی آدمی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے، اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اکرام کرے، تو حضرت ابن عمرؓ کی

اتباع کرتے ہوئے قبول نہ کرے؛ البتہ اس میں حاضرین مجلس کا کوئی فائدہ ہو، یا استاذ کا حکم ہو، تو اس صورت میں اکرام کو قبول کرلے، درمیانی مجلس میں نہ بیٹھے، دو ساتھیوں کے درمیان نہ بیٹھے، اگر وہ دونوں ساتھی اس کی اجازت دیں، تو بیٹھ سکتا ہے۔

فصل: حاضرین مجلس کا احترام

☆ طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ اپنے رفقائے درس اور حاضرین مجلس کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے، یہ بھی استاذ کے ساتھ ادب واحترام ہے۔

☆ استاذ کے سامنے طالبِ علمانہ ہیئت وطریقے کے مطابق بیٹھے۔

☆ بلاضرورت اپنی آواز بلند نہ کرے، نہ ہی لمبی بات کرے، نہ استاذ کے سامنے ہنسے۔

☆ اپنے ہاتھ یا کسی اور چیز سے نہ کھیلے۔

دائیں، بائیں جانب بلاضرورت نہ دیکھے؛ بلکہ استاذ کی طرف کان لگا کر ہمہ تن متوجہ رہے۔

فصل: استاذ کی بشاشت کے وقت استفادہ

منجملہ ضروری آداب میں سے یہ بھی ہے کہ استاذ کا دل منتشر ہونے کی حالت میں مثلاً اکتاہٹ، خوف، خوشی، پیاس، اونگھا اور پریشانی کے حالات جن میں استاذ کو پڑھانے میں مشقت و پریشانی پیش آتی ہے، یا چستی وحاضر دماغی نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت آمادہ نہیں ہے، ایسے حالات میں سبق پڑھنے کے ذریعے استاذ کو تکلیف نہ دے؛ بلکہ استاذ کی طبیعت کے نشاط کے اوقات کو غنیمت جانے اور اس وقت استفادہ کرے۔

استاذ کی بے مروتی کو برداشت کرے؛ لیکن اس بات سے طالبِ علم استاذ کی صحبت اور حسن اعتقاد سے دور نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ استاذ کے ان اقوال وافعال کا صحیح مطلب نکالے جن کا ظاہر غلط محسوس ہورہا ہے، اگر استاذ سے کچھ غلطی ہو بھی جائے، تو استاذ کے سامنے اپنا عذر پیش کرے، اپنے کو قصوروار ٹھہرائے۔ ان شاء اللہ۔ یہ بات طالبِ علم کے لیے دنیا وآخرت میں سودمند ہوگی، اسی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا ارشاد مشہور ہے:

ذللت طالبا، فعززت مطلوبا.

میں طالبِ علم ہونے کے زمانے میں اپنے زمانے کو ذلیل بنایا اور مطلوب یعنی استاذ ہونے کے زمانے میں معزز ہوا۔

کسی شاعر نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے:

من لم یذق طعم المذلة ساعة   قطع الزمان بأسره مذلولا

جو شخص (علم حاصل کرنے کی زمانے میں) تھوڑی دیر کی ذلت کو برداشت نہیں کرتا، ساری زندگی وہ ذلیل ورسوا ہوکر بسر کرے گا ۔

فصل: علم کا شوق

طالبِ علم؛ علم کا حریص ہو، تمام اوقات میں اسباق کا اہتمام کرنے والا ہو، زیادہ علم حاصل کرنے پر قدرت ہونے کی صورت میں تھوڑے پر قناعت نہ کرے، اپنے نفس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، ممکن ہے کہ اس سے اکتاہٹ ہوجائے، یا جو کچھ حاصل ہوا، وہ ضائع ہوجائے اور یہ بات لوگوں کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، جب درس گاہ میں آئے، استاذ موجود نہ ہوں، تو ان کا انتظار کرے، روزانہ کے مقررہ سبق کی مقدار کا ناغہ نہ کرے، ہاں اگر کوئی ایسا وقت ہے جس میں استاذ کو پڑھانے سے ناگواری ہوتی ہو، یا کسی کو بھی اس وقت پڑھانے کی عادت نہیں ہے، تو اس وقت انتظار نہ کرے، جب استاذ آرام کررہے ہوں، یا کسی اہم کام میں مصروف ہوں، تو ایسے وقت استاذ کے پاس جانے کی اجازت طلب نہ کرے، یا تو استاذ کے بیدار ہونے اور اس اہم کام سے فارغ ہونے کا انتظار کرے اور صبر کرے، یہی بہتر ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کرتے تھے، یا واپس آجائے۔

طالبِ علم کو چاہئے کہ علم کے حاصل کرنے میں فرصت، چستی، قوتِ بدن، بیدار مغزی کے زمانے میں، نیز مصروفیات کی کثرت، بیماریوں کے حملے اور مقام ومرتبے کے بلند ہونے سے پہلے پہلے خوب محنت کرلے، ان چیزوں کے پیش آنے کے بعد موقع نہیں ملے گا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ارشاد فرمایا ہے:

تفقهوا قبل أن تسوّدوا.

ذمہ دار بننے سے پہلے علمِ دین حاصل کرو۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی صلاحیت کو کامل بنانے میں خوب محنت کرو جس وقت تم دوسروں کے تابع ہو، جب تم متبوع ومقتدا بن جاؤ گے، تو علم حاصل کرنے کا موقع ہاتھ سے چلا جائے گا، اس لیے کہ تمہارا مقام بلند ہوجائے گا اور تمہاری مصروفیات زیادہ ہوجائیں گی، علم کے لیے وقت فارغ نہیں کرسکو گے، یہی مطلب ہے امام شافعیؒ کے قول:

تفقه قبل أن ترأس، فإذا رأست، فلا سبيل إلى التفقه.

علم حاصل کرو سردار بننے سے پہلے، جب تم سردار بن جاؤ گے، تو تمہارے لیے علم حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

فصل: طالبِ علم کو چاہئے کہ صبح کے وقت استاذ سے سبق پڑھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰهم بارك لأمتي في بكورها.

اے اللہ! میری امت کے لیے صبح اور شروع دن میں برکت عطا فرما۔

طالبِ علم کو چاہئے کہ اپنے آموختے کو یاد رکھے، اپنی باری کے وقت کسی کو موقع نہ دے؛ بلکہ خود استفادہ کرے، اس لیے کہ عبادات میں دوسروں کو ترجیح دینا اچھی بات نہیں ہے۔

اگر استاذ کسی مصلحت کی بنا پر بعض اوقات دوسرے کو ترجیح دے دے، تو استاذ کی بات کو قبول کرے، طالبِ علم کو خاص طور سے اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ساتھی یا کسی بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو، تو اس پر ہرگز حسد نہ کرے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو خود کسی خاص نعمت سے نوازا ہو، تو خود پسندی میں ہرگز مبتلا نہ ہو، خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، وہ اس کی

اپنی قوت وطاقت سے نہیں؛ بلکہ اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اس کے اندر جو علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھا ہے اور حسد کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ سوچے کہ اللہ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ فلاں فضیلت فلاں شخص کو عطا فرمائیں، لہذا اس فضیلت پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ناگواری محسوس کرنی چاہئے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وہ نعمت پسند فرمائی اور اس کو عطا فرمایا ہے۔

پانچواں باب

حاملینِ قرآن کی صفات

حاملینِ قرآن کے آداب کا کچھ حصہ پچھلے باب میں گذر چکا ہے، حاملِ قرآن کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حاملین قرآن کو چاہئے کہ وہ اچھی عادات وشمائل سے متصف ہوں، اپنے آپ کو ہر ناجائز وممنوع امر سے بچائیں جس سے قرآنِ پاک نے منع کیا ہے، قرآنِ پاک کی عظمت کرتے ہوئے، خسیس پیشوں سے دور رہیں، شریف النفس ہوں، ظالم، سخت دل، دنیادار آدمی پر بلند ہوں،، نیک، اچھے لوگ اور مساکین کے ساتھ متواضع، عاجز اور باوقار ہوں۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

یامعشر القراء! ارفعوا رؤسکم، فقدوضح لکم الطریق ،فاستبقوا الخیرات ، ولاتکونوا عیالا علی الناس.

اے حاملینِ قرآن! اپنے سروں کو بلند رکھو، تمہارے لیے راستہ واضح ہے، لہذا بھلائیوں کی طرف آگے بڑھو، لوگوں کے محتاج نہ بنو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

ینبغی لحامل القرآن أن یعرف بلیله إذالناس نائمون، وبنهاره إذا الناس مفطرون ،وبحزبه إذا لناس یفرحون ،وببکاءه إذا الناس یضحکون ،وبصمته إذاالناس یخوضون ،وبخشوعه إذاالناس یختالون.

حاملِ قرآن کو اس کی رات سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ سو رہے ہوں، اس کو اس کے دن سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ کھا پی رہے ہوں، اس کو اس کے ورد سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ خوش ہو رہے ہوں، اس کو اس کے رونے سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ ہنس رہے ہوں، اس کو اس کی خاموشی (کائنات میں غور وفکر میں

مشغولی) سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ بے کار باتوں میں منہمک ہوں اور حامل قرآن کو اس کے تواضع وانکساری سے پہچانا جانا چاہئے، جب لوگ تکبر کر رہے ہوں۔

حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

إن من كان قبلكم رأو القرآن رسائل من ربهم ،فكانوا يتدبرونها بالليل، وينفذونها في النهار.

تم سے پہلی امتوں نے قرآنِ پاک کو رسائل کی صورت میں دیکھا، چنانچہ وہ لوگ رات میں ان میں غور وفکر کرتے اور دن میں اس کے احکامات کو نافذ کرتے۔

فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا:

حاملِ قرآن کو چاہئے کہ اس کی کوئی ضرورت خلفاء، امراء، یا ان کے ماتحت افراد سے متعلق نہ ہو۔

نیز آپؒ سے منقول ہے:

حاملِ قرآن اسلام کی پہچان ہے، لہٰذا اس کو قرآنِ پاک کی عظمت کے پیشِ نظر لہو ولعب میں مشغول لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے۔

فصل: قرآنِ پاک کو ذریعہ ٔ معاش نہ بنائیں

سب سے اہم بات جس سے حاملینِ قرآن کو اجتناب کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک کو معاش کا ذریعہ نہ بنائیں۔

حضرت عبدالرحمن بن شبیلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إقرؤ القرآن ،ولا تأكلوا به،ولا تجفوا عنه،ولا تغلوا فيه.

قرآنِ پاک کو پڑھو، اس کو اپنے معاش کا ذریعہ نہ بناؤ، اس سے اعراض نہ کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

حضرت جابرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إقرؤ القرآن من قبل أن يأتي قوم يقيمونه إقامة القدح يتعجلونه، ولا يتأ

جلو نه. (رواہ ابوداؤد بمعناہ من روایۃ سھل بن سعد)

قرآن پاک کو پڑھو اس سے پہلے کہ ایک ایسی جماعت آئے جو قرآن کو تیر کو درست کرنے کی طرح درست کرے گی، اس کے اجر کو دنیا ہی میں (معاوضہ، شہرت وغیرہ) طلب کرے گی اور آخرت کے لیے کچھ بھی اجر باقی نہیں رکھے گی۔

حضرت فضیل بن عمرؒو سے روایت ہے:

دو صحابی ایک مسجد میں داخل ہوئے، جب امام صاحب نے نماز سے سلام پھیرا، تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں، اس کے بعد لوگوں سے بھیک مانگنے لگا، تو ان دو صحابہ میں سے ایک نے فرمایا:

إنا للہ و إنا إلیہ راجعون.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سیجیء قوم یسألون بالقرآن، فمن سأل بالقرأن، فلاتعطوہ.

(ھذا الاسناد منقطع، فان الفضل بن عمرو لم یسمع الصحابۃ)

ایک قوم آئے گی جو قرآن مجید کو ذریعہ بنا کر لوگوں سے بھیک مانگے گی، لہٰذا جو قرآن پاک کو ذریعہ بنا کر سوال کرے، اس کو مت دو۔

قرآن پاک پر اجرت لینے کے سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف

امام ابو سلیمان خطابیؒ نے علماء کی ایک جماعت سے قرآن پاک پر اجرت کا عدم جواز نقل کیا ہے، جن میں امام زہریؒ، امام ابو حنیفہؒ بھی ہیں اور ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط کے بغیر معاوضہ مل جائے، تو جائز ہے، یہ حسن بصریؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ وغیرہ حضرات کا قول ہے۔

عطاء، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر صحیح شرائط کے ساتھ اجارہ کرے، تو جائز ہے، اس کے جائز ہونے کے سلسلے میں صحیح احادیث آئی ہیں، جن لوگوں نے منع کیا ہے، ان حضرات نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو قرآن پاک پڑھایا تھا، پڑھنے والے نے حضرت عبادہؓ کو ایک کمان ہدیہ میں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبادہؓ سے فرمایا:

إن سرك أن تطوق بها طوقا من نار، فاقبلها. (وھو حدیث مشہور رواہ ابوداؤد وغیرہ)

اگر تمہیں خوشی ہو کہ اس کے بدلے جہنم کا طوق تمہیں پہنایا جائے، تو اس کو قبول کرلو۔

اس کے علاوہ سلف سے بہت سارے اقوال مروی ہیں جن سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے۔

جو حضرات اجازت دیتے ہیں، ان لوگوں نے حدیث عبادہؓ کے دو جواب دئے ہیں:

(۱) اس حدیث کی سند میں کلام ہے (۲) حضرت عبادہؓ نے تبرعًا پڑھایا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عبادہؓ اجر و معاوضہ کے مستحق نہیں تھے، پھر اس شخص نے عوض کے طور پر ہدیہ دیا، لہٰذا حضرت عبادہؓ کے لیے قبول کرنا جائز نہیں تھا، برخلاف اس شخص کے جو پڑھانے سے پہلے صحیح اجارہ کا معاملہ کرے، اس کے لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم

فصل: قرآن پاک ختم کرنی کی مدت

حاملِ قرآن کو چاہئے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کا بکثرت اہتمام کرے، قرآنِ پاک کی تلاوت کی مقدار کے سلسلے میں اکابر کی عادتیں مختلف رہی ہیں۔

ابن ابی داؤد نے بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرات ہر دو مہینوں میں ایک کلام پاک ختم کیا کرتے تھے، بعض حضرات سے ہر مہینے میں ایک ختم کرنا منقول ہے، بعض بزگوں سے ہر دس دن میں ایک ختم ثابت ہے۔

بعض حضرات سے ہر آٹھ دن میں ایک ختم، بعض سے ہر چھ دن میں ایک، بعض سے ہر پانچ دن میں ایک، بعض سے ہر چار دن میں ایک قرآنِ مجید کا ختم منقول ہے، بہت سارے افراد سے ہر تیسری رات میں ایک، بعض حضرات سے ہر دو رات میں ایک قرآن ختم کرنا ثابت ہے۔

بعض حضرات نے ایک دن اور ایک رات میں ایک کلامِ پاک ختم کیا ہے، بعض حضرات نے ایک دن اور ایک رات میں دو ختم کیا ہے، بعض حضرات نے ایک دن اور ایک رات میں تین قرآن مجید ختم کیا ہے اور بعض حضرات نے ایک دن اور ایک رات میں آٹھ قرآن پاک مکمل کئے ہیں۔

جن حضرات کو ایک دن اور ایک رات میں قرآن پاک ختم کرنے کی عادت تھی، ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ، مجاہد اور امام شافعیؒ وغیرہ حضرات ہیں۔

جن حضرات کو ایک دن اور ایک رات میں تین قرآن پاک ختم کرنے کی عادت تھی، ان حضرات میں سلیم بن عترؒ ہیں جو حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں مصر کے قاضی تھے، ابوبکر بن داؤد نے روایت کیا ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات میں چار قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

ابوعمر کندیؒ نے اپنی کتاب ''قضاۃ مصر'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلیم ایک دن اور ایک رات میں چار مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔

شیخ صالح ابوعبدالرحمن سلمی نے فرمایا: میں نے شیخ ابوعثمان مغربی کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابن الکاتب دن میں چار قرآن ختم فرماتے اور رات میں چار قرآن پاک ختم فرماتے۔

کم وقت میں قرآن پاک ختم کرنے کی یہ سب سے زیادہ مقدار ہے جو ہم کو معلوم ہوئی ہے۔

احمد دورقیؒ نے اپنی سند سے منصور بن زاذان جو کہ عبادت گذار تابعین میں سے ہیں، ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ مضان المبارک میں ظہر اور عصر کے درمیان ایک قرآن مجید اور مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے، عشاء کی نماز ایک چوتھائی رات گذرنے کے بعد پڑھا کرتے۔

امام ابوداؤدؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت مجاہدؒ کے بارے نقل کیا ہے آپؒ رمضان میں ہر رات مغرب وعشاء کے درمیان ایک قرآن مجید مکمل فرماتے تھے۔

منصور سے مروی ہے کہ آپؒ نے فرمایا: علی ازدی رمضان کی ہر رات میں مغرب و عشاء کے درمیان ایک قرآن پاک پڑھتے تھے۔

ابراہیم بن سعد کہتے ہیں: میرے والد احتباء کی ہیئت میں بیٹھتے اور اسی حالت میں ایک قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے، (دونوں زانوں کھڑا کر کے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ کر

سرین پر بیٹھنے کو احتباء کہتے ہیں)

وہ حضرات جو صرف ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے، وہ بے شمار ہیں، متقدمین میں حضرت عثمانؓ بن عفان، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ نے کعبۃ اللہ میں ایک رکعت میں ایک قرآن مجید کی تلاوت کی ہے۔

وہ حضرات نے ایک ہفتے میں قیام اللیل میں قرآن کو مکمل کیا ہے، وہ بھی زیادہ ہیں، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور تابعین میں عبدالرحمن بن زیدؒ، علقمہؒ، اور ابراہیمؒ ہیں۔

اب رہی بات کم سے کم کتنی مدت میں قرآن پاک کو مکمل کرنا چاہئے؟ یہ چیز افراد واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، جس شخص کو غور وفکر کے ساتھ پڑھنے سے نکتے اور معارف واضح ہوتے ہیں، اس کے لیے چاہئے کہ وہ تلاوت کی مقدار کم رکھے، اسی طرح جو علم کی نشر واشاعت، یا کسی اہم دینی خدمت اور مصالحِ مسلمین میں مصروف ہو، اس کو چاہئے کہ وہ اتنی مقدار پر اکتفاء کرے جس سے ان امور میں خلل پیدا نہ ہوا۔

اگر کوئی شخص مذکورہ لوگوں میں نہ ہو، تو اس کو چاہئے کہ جتنا زیادہ ممکن ہو، تلاوت کرے؛ البتہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور پڑھنے میں ایسی جلدی نہ کرے کہ تجوید، غور وفکر کا بالکل لحاظ باقی نہ رہے۔

متقدمین کی ایک جماعت نے ایک دن اور ایک رات میں ایک قرآن پاک مکمل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث.

(رواہ ابوداؤد والترمذی، والنسائی وغیرھم، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح واللہ اعلم)

وہ شخص قرآن مجید کو سمجھ نہیں سکے گا جو قرآن پاک کو تین دن میں ختم کرے۔

جو شخص ہفتے میں ایک قرآن پاک ختم کرتا ہو، اس کے لیے شروع کرنے اور ختم کرنے کا وقت وہ ہے جو حضرت عثمانؓ بن عفان سے امام ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے کہ آپؓ جمعہ کی رات میں شروع فرماتے اور جمعرات میں ختم فرماتے۔

ابو حامد امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا ہے: افضل یہ ہے کہ ایک ہفتے میں ایک ختم رات میں اور ایک ختم دن میں کرے، دن میں جو قرآن پاک ختم کرے، وہ پیر کے دن فجر کی رکعات میں، یا فجر کے بعد کرے اور رات کا ختم جمعہ کی رات میں مغرب کی رکعات میں، یا اس کے بعد کرے؛ تا کہ شروع دن اور آخر دن کا استقبال قرآنِ پاک کے ذریعے ہو۔

ابن ابن داؤد نے حضرت عمرو بن مرۃ تابعیؒ سے نقل کیا ہے کہ صحابہؓ شروع رات میں، یا شروع دن میں قرآن مجید ختم کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت طلحہ بن مصرف تابعیؒ فرماتے ہیں: جو آدمی دن کے کسی بھی حصے میں قرآن مجید کو ختم کرتا ہے، تو شام تک ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور رات کے کسی بھی حصے میں کلامِ پاک مکمل کرتا ہے، تو صبح تک ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں، اسی طرح کا مضمون حضرت مجاہدؒ بھی سے منقول ہے۔

امام دارمیؒ نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

إذا وافق ختمه آخر الليل، صلت عليه الملائكة حتى يمسى.

(قال الدارمی ھذا حسن عن سعد)

قرآنِ پاک کا ختم رات کے آخری حصے میں ہو جائے، تو شام تک ملائکہ دعا کرتے رہتے ہیں۔

حبیب بن ابی ثابت تابعیؒ سے منقول ہے کہ آپؒ رکوع میں جانے سے پہلے کلامِ پاک ختم کیا کرتے تھے۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں: اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے بھی فرمایا ہے۔

اس باب میں چند اور چیزیں باقی رہ گئیں ہیں جو۔ان شاءاللہ۔اگلے باب میں آئیں گی۔

❁--❁--❁

فصل: راتوں میں بکثرت قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام

راتوں میں بکثرت قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝۱۱۳، يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (آل عمران: ۱۱۳، ۱۱۴)

اہل کتاب میں سے ایک جماعت ہے جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتی ہے، اس حال میں کہ وہ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں (نماز کی حالت میں) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، بھلی باتوں کا حکم کرتے ہیں، بری باتوں سے منع کرتے ہیں، نیکیوں اور طاعات میں سبقت کرتے ہیں اور یہی حضرات نیک لوگوں میں ہیں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نعم الرجل عبد الله، لو كان يصلي من الليل.

عبداللہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں، کاش! وہ رات میں نماز پڑھتے (تو کیا ہی بہتر ہوتا)

ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا عبد الله! لاتكن مثل فلان، كان يقوم الليل ثم تركه.

اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ بنو کہ وہ رات میں نمازیں پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

امام طبرانی وغیرہ حضرات نے حضرت سہل بن سعدؓ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا:

"شرف المؤمن قيام الليل".

قیام اللیل مومن کے لیے قابلِ فخر عمل ہے۔

اس سلسلے میں بہت ساری احادیث اور اسلاف کے واقعات موجود ہیں۔

ابراہیم نخعیؒ فرمایا کرتے تھے: رات میں تلاوت کیا کرو، اگرچہ بکری کے دودھ دوہنے کی وقت کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

یزید رقاشیؒ فرمایا کرتے تھے: جب میں شروع رات میں سوجاؤں، پھر آخر رات میں بیدار ہوجاؤں، پھر اگر سوجاؤں، تو خدا کرے کہ مجھے نیند ہی نہ آئے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

قیام اللیل اور اس میں تلاوت کو فضیلت اس لیے حاصل ہے کہ اس میں دل یکسو رہتا ہے، غفلت اور لہو میں مبتلا ہونے سے حفاظت رہتی ہے اور رات کے وقت انسانی ضروریات میں وقت لگانے کی حاجت نہیں رہتی، نیز مہلک اعمال مثلاً ریاکاری وغیرہ سے امن رہتا ہے، اس کے علاوہ رات میں بہت ساری خیر و خوبی وجود میں آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رات ہی میں معراج نصیب ہوئی، حدیث میں آیا ہے کہ جب رات کا آدھا حصہ گذر جاتا ہے، تو تمہارے پروردگار آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں:

هل من داع، فأستجيب له.

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

في الليل ساعة يستجيب الله فيها الدعاء كل ليلة.

ہر رات میں ایک مقبول گھڑی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے اپنی سند سے سلمان انماطی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو خواب میں دیکھا کہ آپؓ مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہے ہیں:

لولا الذين لهم ورد يقومونا   وآخرون لهم سرد يصومونا

لدكدكت أرضكم من تحتكم سحراً   لأنكم قوم سوء لا تطيعونا

اگر وہ لوگ نہ ہوتے جو راتوں میں قیام کرتے ہیں اور وہ لوگ نہ ہوتے جو دن میں روزہ رکھنے والے ہیں۔

تو تمہارے نیچے سے زمین رات کے آخری حصے میں پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتی،

اس لیے کہ تم ایسی قوم ہو جو ہماری اطاعت نہیں کرتے ہو۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قیام اللیل کی فضیلت تھوڑے قیام سے بھی حاصل ہوتی اور زیادہ قیام سے بھی، قیام جس قدر زیادہ ہو، اتنا ہی افضل ہے؛ البتہ رات بھر قیام کرنا مکروہ ہے، نیز طبیعت کا نقصان بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قام بعشر آيات ،لم يكتب من الغافلين ،ومن قام بمأة آية كتب من القانتين، من قام بألف آية كتب من المقنطرين. (رواہ ابوداؤد وغیرہ)

جو شخص رات میں دس آیتیں پڑھ لے، اس کا شمار غافلین میں نہیں ہوگا، جو شخص سو آیتیں پڑھ لے، اس کا شمار عبادت گذار لوگوں میں ہوتا ہے اور جو شخص ہزار آیتیں پڑھے، اس کا شمار مقنطرین (زیادہ خزانہ جمع کرنے ولوں) میں ہوگا۔

ثعلبیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من صلى بالليل ركعتين، فقد بات لله ساجدا وقائما.

جو آدمی رات میں دو رکعت پڑھ لے، اس نے اللہ کے لیے سجدہ اور قیام کی حالت میں رات بسر کی۔

اس روایت سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے قیام سے بھی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

فصل: قرآن پاک کو خوب یاد رکھنا اور بھولنے سے حفاظت کرنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تعاهدو القرآن ،فوالذى نفس محمد بيده لهو أشد تفلتا من الإبل فى عقلها. (رواہ البخاری ومسلم)

قرآن پاک کو یاد رکھنے کا اہتمام کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں محمد کی جان ہے، قرآن پاک اونٹ کے اپنی رسی سے نکل بھاگنے سے بھی زیادہ تیز ذہنوں سے نکل جانے والا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنما مثل صاحب القرآن كمثل الإبل المعلقة ،إن عاهد عليها أمسكها ، وإن أطلقها ذهبت. (رواہ مسلم والبخاری)

صاحبِ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی مانند ہے،اگر اس کی حفاظت کرتا ہے،تو وہ رکے رہتے ہیں،اگر انھیں چھوڑ دے،تو وہ چلے جاتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عرضت علي أجور أمتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد ، وعرضت علي ذنوب أمتي ،فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ،ثم نسيها. (رواہ ابوداؤد، والترمذی وتکلم فیہ)

میرے سامنے میری امت کے اجر کو پیش کیا گیا؛ یہاں تک کہ وہ گندگی اور کوڑا کرکٹ جس کو کوئی آدمی مسجد سے باہر پھینکتا ہے،اس کے اجروثواب کو بھی پیش کیا گیا اور میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے،تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآنِ پاک کی کوئی سورت ، یا کوئی آیت عطا کی گئی ہو اور اس کو اس نے بھلا دیا ہو۔(یعنی یاد کرنے کے بعد بھول جانے کا گناہ زیادہ ہے)۔

حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن ،ثم نسيه ،لقي الله عز وجل يوم القيامة ،وهو أجذم.

(رواہ ابوداؤد، والدارمی)

جس شخص نے قرآن یاد کیا، پھر بھول گیا،تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شانہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔

فصل: رات میں جس کا وظیفہ چھوٹ گیا ہو، وہ کیا کرے

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من نام عن حزبه من الليل أو عن شيء منه ،فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر ، كتب له كأنه قرأه من الليل. (رواہ مسلم)

رات میں کسی شخص کا ورد اور وظیفہ، یا اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا اور اس نے فجر اور ظہر کے درمیان پورا کرلیا،تو اس کے نامہء اعمال میں اس کو رات ہی میں پڑھنے والا

لکھا جائے گا۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ نے حضرت ابو اسیدؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رات میں میرا جو وظیفہ تھا، چھوٹ گیا، صبح ہوگئی پڑھ نہیں پایا، جب صبح ہوئی، تو میں نے اِنا اللہ پڑھی، سورۃ البقرہ میرا وظیفہ تھا، میں نے خواب میں دیکھا ایک گائے مجھے اپنی سینگھ سے مار رہی ہے۔ (رواہ ابن ابی داؤد)

ابن ابی الدنیا نے بعض حفاظ حدیث سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ رات کا وظیفہ اور معمول چھوڑ کر سو گئے، تو خواب میں انھیں دکھا گیا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

عجبت من جسم ومن صحة　　　من فتى نام إلى الفجر

مجھے تعجب ہے اس نوجوان کے جسم اور صحت پر جو فجر تک سوتا رہے

الموت لاتؤمن خطفاته　　　فی ظلم اللیل إذا یسری

رات کی تاریکی میں موت کے پنجوں سے امن نہیں رہتا، جب رات گذرنے لگتی ہے۔

چھٹا باب

قراءت کے آداب

یہی باب کتاب کا مقصود ہے اور یہ باب بہت پھیلا ہوا ہے، میں کتاب کی طوالت اور قاری کی اکتاہٹ کے خوف سے صرف اس کے چند پہلو کی جانب اشارہ کروں گا۔

سب سے پہلی چیز جو قاری کے لیے ضروری ہے وہ اخلاص ہے اور قرآن پاک کے ساتھ ادب واحترام ہے، قاری کو چاہئے کہ وہ اس بات کا استحضار رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کر رہا ہے اور اس شخص کی طرح پڑھے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو، تو اس کیفیت کے ساتھ تلاوت کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں۔

فصل: مسواک کے ساتھ تلاوت

جب تلاوت کرنے کا ارادہ کرے، تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرے، ہر لکڑی سے مسواک کرنا جائز ہے، نیز ہر اس چیز سے جو دانت اور منہ کو صاف کرنے والی چیز ہو، جیسے کھردرا کپڑا، اشنان وغیرہ سے مسواک درست ہے؛ لیکن پیلو کی لکڑی سے مسواک کرنا افضل ہے، اگر مسواک کے لیے کوئی لکڑی نہ ہو، تو انگلی سے مسواک کر لے، مسواک عرض (چوڑائی) میں کرے، دائیں جانب سے شروع کرے اور سنت کی نیت سے کرے۔

بعض علماء نے فرمایا: مسواک کرنے کے وقت یہ دعا پڑھے:

اللهم بارك لي فيه يا أرحم الرحمين.

امام شافعیؒ کے اصحاب میں سے ماورویؒ نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ دانتوں کے ظاہری حصہ، اندرونی حصہ، دانتوں کے کنارے، ڈاڑھوں پر مسواک کرے، تالو کی طرف اوپر والے حصے میں نرمی سے مسواک کرے۔

علماء نے فرمایا کہ درمیانی مسواک سے مسواک کرے نہ زیادہ سوکھی ہو، نہ زیادہ

تازہ ہو، اگر زیادہ سوکھی ہو، تو پانی میں بھگو کر تر کرلے، اجازت سے دوسروں کی مسواک استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تلاوت کرنے والے کا منہ خون، یا کسی گندی چیز کی وجہ سے ناپاک ہو، تو ایسے وقت میں منہ کو صاف کئے بغیر قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، کیا ایسی حالت میں تلاوتِ قرآن حرام ہے؟ اس میں شوافع حضرات کے دو قول ہیں، اصح قول یہ ہے کہ حرام نہیں ہے۔

فصل: بے وضو، حائضہ اور جنبی کے لیے تلاوت کا حکم

مستحب یہ ہے کہ وضو کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرے، اگر بلا وضو تلاوت کرتا ہے، تو بالاتفاق جائز ہے، اس سلسلے میں مشہور احادیث ہیں، امام الحرمین نے فرمایا: بلا وضو تلاوت کرنے والے کو مکروہ کا ارتکاب کرنے والا نہ سمجھا جائے؛ بلکہ اس کو افضل واولیٰ کو ترک کرنے والا سمجھنا چاہئے، اگر پانی میسر نہ ہو، تو تیمم کرلے۔

مستحاضہ کے لیے جن ایام میں پاک ہونے کا حکم ہے، ان ایام میں وہ بے وضو ہے، جنبی اور حائضہ عورت کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت حرام ہے، خواہ ایک آیت ہو، یا اس سے زیادہ؛ البتہ آیات کا تلفظ کئے بغیر ذہن میں دہرانا اور قرآنِ پاک کو دیکھنا جائز ہے، نیز **سبحان الله، لا إله إلا الله، الحمد لله، الله اکبر** کہنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اور دیگر اذکار جائز ہیں۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے فرمایا: اگر جنبی اور حائضہ کسی انسان سے کہیں:

خذ الكتاب بقوة.

(کتاب کو مضبوطی سے پکڑو) اس جیسے اقوال سے تلاوت مقصود نہ ہو، تو جائز ہے، نیز مصیبت کے وقت ان حضرات کے لیے:

إنا لله، وإنا إليه راجعون.

پڑھنا جائز ہے بشرط یہ کہ تلاوت کی نیت نہ ہو۔ (حنفیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، ردالمحتار ۱/۴۸۸ باب الحیض)

خراسانی اصحاب نے فرمایا: سواری پر سوار ہونے کے وقت :

سبحان الذی سخر لنا ھذا، وما کنا لہ مقرنین.

دعا کے وقت :

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة، وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھنا جائز ہے جب کہ ان آیات سے تلاوت مقصود نہ ہو۔

امام الحرمین نے فرمایا: جب جنبی کہے "بسم اللہ یا الحمد للہ، اگر ان الفاظ سے تلاوت مقصود ہو، تو گناہ گار ہوگا، اگر تلاوت کی نیت نہیں، یا کچھ بھی نیت نہیں، تو گنا گار نہیں ہوگا، حائضہ اور جنبی کے لیے ان آیات کی تلاوت جائز ہے جو منسوخ ہوگئیں ہیں جیسے : الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ وغیرہ۔ (احناف کے نزدیک جیسے محکم آیات کی تلاوت حائضہ کے لیے درست نہیں ہے، اسی طرح منسوخ التلاوۃ آیات کی تلاوت بھی درست نہیں ہے۔ ردالمحتار ۱/ ۱۴۱ ۳، سنن الغسل)

فصل: طہارت سے متعلق چند مسائل

جب جنبی یا حائضہ کو طہارت کے لیے پانی نہ ملے ،تو تیمم کرلے، اب اس کے لیے نماز ،قرآنِ پاک کی تلاوت وغیرہ جائز ہوجائیں گے ،تیمم کے بعد اگر وضو ٹوٹ جائے ،تو نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا؛ البتہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، مسجد میں داخل ہونا اور وہ امور جو بے وضو شخص کے لیے درست ہیں، وہ تمام امور جائز ہوں گے، یہ ان مسائل میں سے ہیں جن کے بارے میں سوالات کئے جاتے ہیں اور تعجب کیا جاتا ہے۔

ایک عجیب معمہ

وہ کونسا جنبی ہے جس کو نماز پڑھنا ناجائز ہے؛ لیکن قرآن کی تلاوت ، بلاضرورت مسجد میں داخل ہونا وغیرہ جائز ہے؟ اس کی کیا صورت ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ اس کی صورت یہی مذکورہ بالا صورت ہے۔

راجح قول یہی ہے کہ مسافر کے تیمم اور مقیم کے تیمم میں فرق نہیں ہے، بعض شوافع حضرات نے بیان کیا ہے کہ اگر مقیم تیمم کرے، تو نماز پڑھنا تو جائز ہے؛ لیکن قرآن کی

تلاوت اور دخول مسجد وغیرہ درست نہیں ہوں گے ؛لیکن صحیح بات وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔

اگر کسی جنبی نے تیمم کیا، پھر نماز پڑھی، پھر پانی مل گیا (یا پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہوگئی) تو اب غسل کرنا ضروری ہے،بغیر غسل کوئی عمل جائز نہ ہوگا۔

اگر کسی نے تیمم کر کے نماز پڑھی ،تلاوت کی ،پھر کسی دوسری فرض نماز، یا کسی اور عبادت کے لیے تیمم کا ارادہ کیا، ایسے شخص کے لیے صحیح قول کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت حرام نہیں ہوگی ،بعض شوافع حضرات کے نزدیک قراءتِ قرآن اس کے لیے جائز نہیں ہے،لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

جب جنبی کو نہ پانی ملے، نہ مٹی، تو اسی حالت میں وقت کے احترام کی وجہ سے نماز پڑھ لے،اس آدمی کے لیے خارج صلوۃ قراءتِ قرآن جائز نہیں ہے،اس حال میں نماز میں بھی سورۂ فاتحہ سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں ہے،اس وقت صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے؛ بلکہ واجب ہے، جب جنابت کے ساتھ نماز جائز ہے،تو قراءت بھی جائز ہوگی۔

بعض حضرات نے فرمایا:صرف اذکار پر اکتفاء کرے،اس عاجز کی طرح جو قراءت پر قادر نہ ہو،اس لیے کہ یہ شرعاً عاجز ہے؛لیکن صحیح پہلا قول ہے۔

جن مسائل کو میں نے ذکر کیا، وہ بہت ضروری ہیں،اسی وجہ سے مختصراً میں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا،ورنہ ان کے دلائل اور تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں واللہ اعلم (احناف کے نزیک جنبی کو جب نہ پانی ملے ،نہ مٹی،تو وہ نماز پڑھنے والوں کی مشابہت اختیار کرے گا،یعنی قراءت کے بغیر نماز پڑھنے والوں کی طرح رکوع وسجدہ کی شکل اختیار کرے گا، پھر قضاء کرے گا۔(الدر المختار مع رد المحتار ۲ / ۱۸۵)

فصل: پاک صاف جگہ تلاوت کرنے کا استحباب

مستحب یہ ہے کہ پاک صاف اور عمدہ جگہ تلاوت قرآن کی جائے ،اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے مسجد میں تلاوت کرنے کو مستحب لکھا ہے،اس لیے کہ مسجد پاک صاف ہوتی ہے ،فضیلت والی جگہ ہے، نیز اس میں اعتکاف کی فضیلت بھی حاصل کی

جاسکتی ہے، اس لیے کہ مسجد میں رہنے والے کے لیے اعتکاف کی نیت کرنی چاہیے، خواہ تھوڑا وقت گذارے، یا زیادہ وقت؛ بلکہ جیسے ہی مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلے، اس عمل کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کو عام کرنا چاہیے، نیز بچوں اور عوام کو سکھانا چاہیے، اس لیے کہ اس سے زیادہ غفلت کی جاتی ہے۔

حمام میں تلاوت کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا: مکروہ نہیں ہے، امام ابوبکر بن منذر نے ''اشراف'' میں اس کو ابراہیم نخعیؒ اور امام مالکؒ سے نقل کیا ہے، نیز حضرت عطاءؒ کا قول ہے، علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حمام میں تلاوت مکروہ ہے، جن میں حضرت علیؓ بھی ہیں، ابن ابی داؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

ابن المنذرؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے کراہت نقل کی ہے، جن میں ابووائل شقیق بن سلمۃؒ، شعبیؒ، حسن بصریؒ، مکحولؒ، قبیصہ بن ذؤیبؒ ہیں نیز یہی مذہب ابراہیم نخعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

امام شعبیؒ نے فرمایا: کہ تین جگہ قرآنِ پاک کی تلاوت مکروہ ہے، حمام، بیت الخلا اور چکی کے گھروں میں چکیاں چلنے کے وقت تلاوت مکروہ ہے۔

نوٹ: پچھلے زمانے میں گرم پانی نہانے کی سہولت جن جگہوں میں ہوتی تھی، ان کو حمام کہا جاتا تھا، وہ حمام مراد ہیں۔

ابومیسرہؒ سے مروی ہے کہ اللہ کا ذکر صرف پاکیزہ جگہ کیا جانا چاہیے۔

راستے میں قراءت کرنا راجح قول کے مطابق جائز ہے، مکروہ نہیں ہے، جب تک کہ تلاوت میں غفلت اور بے توجہی پیدا نہ ہو، جیسا کہ اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اونگنے والے کے لیے قراءت میں اغلاط کے خوف سے قراءت کو ناپسند فرمایا ہے۔

ابن ابی داؤد نے حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ آپؓ راستہ چلتے چلتے پڑھا کرتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ آپؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔

ابن ابوداؤد نے فرمایا: مجھ سے ابوالربیع نے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابن وھب نے خبر دی کہ ابن وھبؒ نے امام مالکؒ سے پوچھا: ایک شخص نے رات کے

آخری حصے میں نماز پڑھی، اس کے بعد وہ مسجد کی طرف چل دیا؛ لیکن اس سورت کا کچھ حصہ جس کو وہ پڑھ رہا تھا، باقی رہ گیا، اب وہ کیا کرے؟ امام مالکؒ نے فرمایا: میں اس قراءت کو نہیں جانتا جو راستہ چلتے چلتے کی جائے۔

ابن وھب فرماتے ہیں: امام مالکؒ نے اس کو ناپسند فرمایا ہے، یہ امام مالکؒ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔

فصل: تلاوت کے لیے بیٹھنے کا طریقہ

قاری کے لیے نماز کے باہر بھی قبلہ رخ ہو کر تلاوت قرآن مستحب ہے، حدیث میں ہے:

خیر المجالس ما استقبل به القبلة.

بہترین مجلس وہ ہے، جو قبلہ رخ ہو، تلاوت کرنے والے کے لیے چاہئے کہ تواضع ، سکون اور وقار کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے، قاری کی بیٹھک ادب اور تواضع کے ساتھ ہو، جیسے استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے، یہی افضل طریقہ ہے، اگر کھڑے ہو کر، یا لیٹ کر، یا بستر پر، یا کسی اور طریقے پر تلاوت کرے، تو جائز ہے، اجر ملے گا؛ لیکن پہلا درجہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾، الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ . (آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

بے شک زمین وآسمان کے بنانے اور دن ورات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، زمین اور آسمان کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتکئ فی حجری، وانا حائض، ویقرأ القرآن. (رواه البخاری ومسلم) وفی روایة یقرأ القرآن، ورأسه فی حجری.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گود کا سہارا لے کر بیٹھتے؛ حالاں کہ میں حائضہ ہوتی اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک پڑھتے؛ جب کہ آپ کا سرِ مبارک میرے گود میں ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

إني أقرأ القرآن في صلاتي، وأقرأ على فراشي.

میں قرآنِ پاک اپنی نماز میں بھی پڑھتا ہوں اور اپنے بستر پر بھی پڑھتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

إني لَأَقرأ حزبي، وانا مضطجعة على السرير.

میں اپنے اوراد وظائف چارپائی پر لیٹ کر پڑھتی ہوں۔

فصل: تلاوت کے شروع میں استعاذہ وبسملہ پڑھنے کا حکم

جب تلاوت شروع کرے، تو تعوذ:

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم.

پڑھے، اسی طرح جمہور علماء نے فرمایا ہے، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاوت کے بعد تعوذ پڑھے۔

اللہ تعالیٰ کے قول:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. (النحل:۹۸)

جب تم قرآنِ پاک کی تلاوت کرو، تو اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود سے پناہ طلب کرو۔

جمہور علماء کے نزدیک **فاذا قرأت القرآن، فاستعذ بالله من الشيطٰن الرجيم** کا مطلب یہ ہے کہ جب تم پڑھنے کا ارادہ کرو، تب تعوذ پڑھو ہے۔

تعوذ کے الفاظ مذکورہ الفاظ ہی ہیں، بعض اکابر سے:

أعوذ بالله من السميع العليم من الشيطٰن الرجيم.

بھی منقول ہے، اس کو بھی کو پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن پہلی دعا افضل ہے، تعوذ پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

اسی طریقے سے نماز کی ہر رکعت میں صحیح قول کے مطابق تعوذ پڑھنا ہمارے

اصحاب کے نزدیک مستحب ہے، ایک قول یہ ہے کہ صرف پہلی رکعت میں پڑھے۔

اگر پہلی رکعت میں پڑھنا بھول جائے، تو دوسری رکعت میں پڑھ لے۔ (احناف کے نزدیک منفرد اور امام صرف پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھیں گے، البحر الرائق ۲/ ۵۶۳) اصح قول کے مطابق نماز جنازہ میں تعوذ تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں پڑھنے کا اہتمام کرے، اس لیے کہ علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے، اسی وجہ سے مصحف میں ہر سورت کے شروع میں لکھی جاتی ہے، جب بسم اللہ کو پڑھ لے گا، تو پورے قرآن، یا اس سورت کو پڑھنے کا یقین کامل ہو جائے گا، لہذا احتیاطاً ہر حال میں پڑھ لے۔

اگر قاری نے بسم اللہ کو ترک کر دیا، تو بعض علماء کے قول کے مطابق بعض آیات کا ترک کرنے والا بن جائے گا، اگر تلاوت کسی ایسے مصحف میں کر رہا ہو جس کو ہفتے کے اعتبار سے یا اجزاء و پاروں کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہو، تب تو بسم اللہ کا پڑھنا بہت مؤکد ہو جائے گا؛ تاکہ اس کو اس مقدار کے مکمل پڑھنے کا یقین کامل ہو۔

اگر اس کو چھوڑ دے گا، تو اس کو وقف کرنے اور تلاوت موقوف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک جو بسم اللہ کو آیت سمجھتے ہیں، یہ ایک عمدہ نکتہ ہے جس کو یاد رکھنا چاہئے اور عام کرنا چاہئے۔

فصل: تدبر کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت

جب تلاوت شروع کرے، تو خشوع، خضوع اور تدبر کے ساتھ تلاوت کرے، اس سلسلے میں بے شمار مشہور دلائل ہیں جنہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، تلاوت میں یہ چیز بہت اہم اور ضروری ہے، تدبر سے شرح صدر ہوتا ہے اور دل منور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۔ (النساء: ۸۲)

کیا یہ لوگ قرآن پاک میں غور وفکر نہیں کرتے؟

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ. (ص:۲۹)

ہم نے آپ کی جانب ایک مبارک کتاب اتاری ہے؛ تا کہ وہ لوگ اس میں غور وفکر کریں۔

اس بارے میں بے شمار احادیث اور سلف کے مشہور اقوال ہیں۔

اکابر اور بزرگوں کی ایک جماعت ساری رات صبح تک ایک ایک آیت میں تدبر کرتے ہوئے گذار دیتی تھی، اس کو بار بار پڑھتے اور اس میں غور وفکر کرتے تھے، اللہ والوں کی ایک جماعت تلاوت کے وقت بے ہوش ہوجاتی تھی اور بہت سارے اللہ والے، تو تلاوت کرتے وقت اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی ہے۔

بہز بن حکیم سے منقول ہے:

زرارۃ بن اوفی جلیل القدر تابعیؒ ان کے امام تھے، ایک دن فجر کی نماز میں امامت کرتے ہوئے قرآن پاک کی آیت:

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ، عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ. (المدثر:۹،۱۰)

تلاوت کی، اس کے بعد زمین پر گر گئے، روح پرواز کر گئی۔

بہز بن حکیمؒ کہتے ہیں: میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، جو انھیں اٹھا کر گھر لیے گئے۔

احمد بن ابی الحوراء جنہیں ابوالقاسم جنیدؒ نے ریحانۃ الشام فرمایا کرتے تھے، جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی، تو ان کی چیخیں نکل جاتیں اور بے ہوش ہوجاتے۔

ابن ابوداؤد کہتے ہیں: قاسم بن عثمان جوعیؒ احمد ابن ابی الحوراء کو ان کی اس کیفیت سے منع کرتے تھے، اس لیے قاسم بن عثمان جوعی ابن ابی الحوراء سے علم وفضل میں بڑے تھے۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں: اسی طرح ابوالجوزاء، قیس بن جبیر وغیرہ حضرات نے بھی ابن الحوراء کے اس فعل پر نکیر کی ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

مطلقاً نکیر مناسب نہیں؛ بلکہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ڈھونگی ہے، تصنع وتکلف کرتا ہے، تو اس پر نکیر کرنی چاہیئے۔

عظیم المرتبت صاحبِ معرفت وفضل ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

دواء القلب خمسة أشياء :قراءة القرآن بالتدبر ،وخلاء البطن ،وقيام الليل،والتضرع عند السحر ،ومجالسة الصالحين.

دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں :(۱) تدبر کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا (۲) پیٹ کو خالی رکھنا (۳) قیام اللیل تہجد کا اہتمام کرنا (۴) رات کے آخری حصے میں آہ وزاری کرنا (۵) اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا۔

فصل: تدبر کے لیے ایک آیت کو بار بار دہرانا

گذشتہ فصل میں ہم نے تدبر کی فضیلت ،اس کا موقع نیز سلف کے واقعات کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی آیت بار بار دہراتے ہوئے صبح کردی، وہ آیت یہ ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۔ (المائدۃ:۱۱۸)

اے اللہ !اگر آپ ان کو عذاب دیں،تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو حق ہے) اگر انہیں معاف کردیں،تو آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔(نسائی،ابن ماجہ)

حضرت تمیم داریؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے یہ آیت:

أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا ،وعملوا الصلحت. (الکہف:۱۰۲)

کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں جنہوں نے گناہ کیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لے آئے اور اچھے اعمال کیئے؟

دہراتے دہراتے صبح کردی۔

عباد بن حمزہؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میں حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؓ مندرجہ ذیل آیت تلاوت کررہی تھیں:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ . (الطور:۲۷)

اس آیت پر رک گئیں ،اس کو دہراتی رہیں اور دعائیں مانگتی رہیں، بہت دیر تک

یہی صورت حال تھی، تو میں بازار چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کی، جب دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا، تب بھی یہی آیت زبان پر جاری تھی۔

اس طرح کا واقعہ حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

"رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا". (طٰہٰ:۱۱۴)

اے اللہ میرے علم میں اضافہ وزیادتی فرما، اسی ایک آیت میں رات مکمل کردی۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے:

"وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ". (البقرۃ:۲۸۱)

اس دن سے ڈرو جس دن تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔

"فسوف يعلمون إذ الاغلال في أعناقهم". (المؤمن:۷۰،۷۱)

عنقریب جان لیں گے یہ لوگ، جب ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے۔

"مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ." (الانفطار:۶)

اے انسان! تجھ کو کس نے اپنے کریم رب سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے؟

ان آیات کو پڑھتے پڑھتے رات پور کردی ہے۔

حضرت ضحاکؒ جب لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ. (الزمر:۱۶)

(جہنمیوں کے اوپر اور نیچے آگ کے سائبان ہوں گے)

پڑھتے، تو فجر تک اس کو دہراتے رہتے۔

فصل: تلاوت قرآن کے وقت رونا

گذشتہ دو فصلوں میں وہ باتیں گذر گئیں ہیں جو رونے پر مجبور کرتی ہیں، یہ عارفین کی صفت ہے اور اللہ کے نیک بندوں کا شعار ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا. (بنی اسرائیل:۱۰۹)

روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں اور ان کی عاجزی وخشوع میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

اس سلسلے میں بہت ساری روایات اور اسلاف کے واقعات موجود ہیں، ان میں سے ایک روایت یہ ہے:

اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إقرؤا القرآن، وابكوا، فإن لم تبكوا فتباكوا.

قرآن پاک کی تلاوت کرو اور روؤ، اگر رونا نہ آئے، تو رونے کی صورت اختیار کرو۔

حضرت عمرؓ نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ یوسف کی تلاوت کی، رونا آگیا، اتنا روئے کہ کہ آنسوں سینے کے قریب تک پہنچ گئے، ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز عشاء میں یہ صورت پیش آئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیفیت بار بار حضرت عمرؓ کو پیش آتی تھی، نیز ایک روایت میں ہے کہ آپؓ کی رونے کی آواز کئی صفوں تک سنائی دیتی تھی۔

ابورجاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے آپؓ کے آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں ہیں۔

ابوصالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

یمن سے کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں آئے، وہ لوگ قرآن پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ہم بھی اسی طرح تھے۔

حضرت ہشامؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

میں نے ابن سیرینؒ کو راتوں میں نماز میں کئی بار روتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس بارے میں بے شمار واقعات ہیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا، وہ کافی ہیں۔
واللہ اعلم

امام ابوحامد غزالیؒ فرماتے ہیں:

تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے، اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں غم

ودرد پیدا کرے، اس کے لیے قرآن پاک میں جو سخت وعیدیں اور عہد و پیمان ذکر کئے گئے ہیں، انہیں یاد کرے، پھر اپنی کوتاہیوں کو دیکھے، اگر اس پر بھی غم ودرد پیدا نہ ہو جیسا کہ خواص میں پیدا ہوتا ہے، تو اس کے حاصل نہ ہونے پر روئے، اس لیے کہ اپنی کوتاہیوں پر بھی رونا نہ آئے، تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

فصل: ترتیلاً قرآنِ پاک کی تلاوت

قاری کو چاہئے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرے، علمائے کرام نے بالاتفاق ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۔ (المزمل: ۴)

قرآنِ پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آ جائے۔ (فوائد عثمانی)

حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت نقل فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک حرف صاف صاف پڑھتے تھے۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی، والترمذی، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

حضرت معاویہ بن قرۃؒ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة على ناقة يقرأ سورة الفتح، فرجّع في قراءته. (رواہ البخاری، ومسلم)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اونٹ پر سوار ہو کر سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے اور آواز کو کھینچ کر (ترتیل کے ساتھ) پڑھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

لأن أقرأ سورة أرتلها أحب إلي من أن أقرأ القرآن كله.

پورے قرآن کو ترتیل کے بغیر پڑھنے سے ایک سورت ترتیل کے ساتھ پڑھوں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھتا ہے، دوسرا شخص صرف سورۂ بقرہ پڑھتا ہے؛ لیکن دونوں کا وقت نماز میں، رکوع وسجدے کی مقدار میں برابر ہوتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: نہیں، جس شخص نے صرف سورۂ بقرہ پڑھی، وہی افضل ہے، اس لیے کہ زیادہ تیز پڑھنا ممنوع ہے۔

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عرض کیا کہ میں ایک رکعت میں مفصل (سورۂ حجرات تا آخر قرآن) پڑھتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: شعر کو تیز پڑھنے کی طرح تم نے تیز پڑھا، اس کے بعد فرمایا: کچھ لوگ قرآن پاک کو پڑھتے ہیں؛ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے بھی نہیں اترتا، جب قرآن پاک پڑھے اور دل میں اتر جائے، تو فائدہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

علماء نے فرمایا کہ ترتیل مستحب ہے؛ تاکہ غور وفکر اور تدبر حاصل ہو، نیز علماء نے فرمایا کہ ایسا شخص جو قرآن کو سمجھ نہیں سکتا، اس کے لیے ترتیل مستحب ہے، اس لیے کہ یہ طریقہ ادب، احترام اور دل میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

فصل: آیاتِ رحمت پر دعا مانگنا اور آیاتِ عذاب پر پناہ طلب کرنا

جب آیتِ رحمت کو پڑھے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور جب کسی آیتِ عذاب پر سے گذرے، تو عذاب سے پناہ طلب کرے، یہ مستحب ہے، یوں کہے:

اللهم إني أسئلك العافية أو أسئلك المعافاة من كل مكروه.

اے اللہ میں عافیت طلب کرتا ہوں، اے اللہ میں ہر تکلیف سے عافیت مانگتا ہوں۔

جب کسی آیتِ تنزیہ (جس میں اللہ کی پاکی بیان کی گئی ہو) پر سے گذرے، تو اللہ کی پاکی بیان کرے، یوں کہے:

سبحانه وتعالیٰ، يا تبارك وتعالیٰ يا جلت عظمة ربنا.

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ایک رات نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی، میں نے دل میں سوچا کہ شاید سو آیتوں پر رکوع فرمائیں گے، سو آیتیں پوری ہو گئیں؛ لیکن آگے بڑھ گئے، میں نے دل میں سوچا کہ شاید سورۂ بقرہ کے ختم پر رکوع فرمائیں گے، اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکوع نہیں فرمایا؛ بلکہ سورۂ نساء شروع فرمادی، پھر سورۂ آل عمران شروع کردی اور اس کو پڑھا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں تسبیح ہے، تو سبحان اللہ کہتے، جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں دعا ہے، تو دعا فرماتے اور جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں پناہ طلب کی گئی ہے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پناہ طلب فرماتے۔
(رواہ مسلم فی صحیحہ)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اس وقت سورۂ نساء آل عمران سے مقدم تھی۔

ہمارے اصحاب فرماتے ہیں:

اس طرح دعا کرنا، پناہ طلب کرنا اور تسبیح بیان کرنا ہر قاری کے لیے مستحب ہے، خواہ نماز میں ہو، یا نماز کے باہر، ہمارے اصحاب فرماتے ہیں یہ کیفیت امام، مقتدی اور منفرد کی نماز میں مستحب ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں دعائیں ہیں، لہذا جیسے سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اسی طرح دعا، استعاذہ بھی مستحب ہوگا۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: نماز کے متعلق جو مسئلہ ہم نے بیان کیا وہ امام شافعیؒ اور جمہور علماء کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (فرض) نماز میں یہ چیزیں مکروہ ہیں، (نوافل میں اجازت ہے) صحیح مذہب جمہور علماء کا ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک نوافل میں گنجائش ہے، فرائض اور جماعت سے ادا کی جانے والی نوافل مثلاً تراویح میں کراہت ہے۔ ردالمحتار ۲/ ۲۶۷)

فصل: ادب واحترام سے تلاوت کرے

سب سے اہم چیز جس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے وہ قرآنِ پاک کا ادب واحترام ہے، بعض جاہل وناواقف قراء حضرات اس بارے میں غفلت ولا پرواہی برتتے ہیں۔

دورانِ تلاوت ہنسی، شور وشغف اور بات چیت سے پرہیز کرنا چاہئے، اگر کوئی ضروری بات ہو، تو تلاوت موقوف کرے اور بات چیت کرلے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الاعراف:۲۰۴)

پر عمل کرے۔

جب قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، تو غور سے سنو اور خاموشی اختیار کرو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرے جس کو امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی سند سے ذکر کیا ہے۔

أنه كان إذا قرأ القرآن لا يتكلم حتى يفرغ منه.

اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قرآن کی تلاوت شروع فرماتے، تو فارغ ہونے سے پہلے بات چیت نہ کرتے، اس کو ابن عمرؓ نے نسائکم حرث لکم کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

نیز ہاتھ یا کسی اور چیز سے کھیلنے سے احتراز کرے، اس لیے کہ تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے مناجات و سرگوشی کرنے والا ہے، لہٰذا اس کے سامنے اس طرح نہ کھیلے۔

نیز ہر اس چیز کی طرف دیکھنے سے احتراز کرے جو تلاوت کرنے والے کو غافل کردے، یا اس کے ذہن کو منتشر کردے خصوصًا ناجائز چیز مثلاً امرد (بے ریش لڑکے) کی طرف نہ دیکھے، اس لیے کہ بے ریش لڑکے کو بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے، خواہ شہوت کے ساتھ ہو، یا بلا شہوت، فتنہ کا خوف ہو، یا نہ ہو، علماء کے نزدیک یہی راجح مذہب ہے۔

امام شافعیؒ اور دیگر علماء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. (النور:۳۰) سے استدلال کرتے ہوئے اس کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے۔

نیز بے ریش لڑکا عورت کے حکم میں ہے؛ بلکہ بعض بے ریش لڑکے بسا اوقات عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں، نیز تہمت کے دروازے اور برائی کے دروازے اس میں آسانی سے کھل جاتے ہیں، لہٰذا اس کا حرام ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔

بے ریش لڑکوں سے بزرگوں کا احتیاط اور دوری اختیار کرنے کے بے شمار واقعات ہیں، بزرگوں نے بے ریش لڑکوں کو گندگی کہا ہے، اس لیے کہ شرعًا ان کی طرف دیکھنا گندگی ہے، بے ریش لڑکوں کی طرف خرید وفروخت، کسی چیز کے لینے اور دینے، علاج و معالجہ اور علم سکھانے کے وقت دیکھنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے؛ لیکن دیکھنے والا ضرورت کے بقدر دیکھنے پر اکتفاء کرے، مسلسل نظر جمائے نہ رکھے، اسی طرح استاذ کے لیے پڑھانے کی ضرورت کی وجہ سے دیکھنے کی اجازت ہے، بقیہ اوقات میں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

بدنظری اور شہوت کے ساتھ صرف بے ریش لڑکے ہی کی طرف دیکھنا حرام نہیں ہے؛ بلکہ کسی کو بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ مرد ہو، یا عورت، محرم ہو یا غیر محرم شہوت کی نگاہ سے دیکھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اپنی بیوی اور وہ باندی جس سے استمتاع کی شرعًا گنجائش ہو، اس کو شہوت کی نظر سے دیکھنے کی اجازت ہے۔ ہمارے اصحاب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اپنے محارم جیسے ماں بہن، ان کو بھی شہوت کی نظر سے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

جو حضرات قراءتِ قرآن کی مجلس میں شریک ہوں، جب وہ اس طرح کے منکرات کو دیکھیں، تو ان پر نکیر کرنی چاہئے، اگر قدرت ہو، تو ہاتھ سے، اگر اس کی قدرت نہ ہو، تو زبان سے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے۔

فصل: غیر عربی زبان میں تلاوت درست نہیں

غیر عربی زبان میں تلاوتِ کلام اللہ جائز نہیں ہے، خواہ عربی اچھا پڑھنا جانتا ہو، یا نہ جانتا ہو، خواہ نماز میں ہو، یا نماز کے باہر، اگر نماز میں غیر عربی زبان میں قراءت کرے گا، تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

غیر عربی زبان میں قراءت جائز ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا: اگر عربی اچھے انداز سے پڑھنا جانتا ہو، تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ (فقہِ حنفی کے اعتبار سے یہ

اقوال ضعیف ہیں، فقہ حنفی میں وہی مسئلہ معمول بہا ہے جس کو علامہ نوویؒ نے بیان فرمایا ہے۔ (ردالمحتار ۲/ ۱۸۵)

فصل: قراءِ سبعہ کی قراءتوں کے مطابق تلاوت کا جواز

سات متفق علیہ قراءتوں کے موافق قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا جائز ہے، سات کے علاوہ دیگر قراءتوں کے مطابق جائز نہیں ہے، نہ ہی قراءِ سبعہ سے منقول شاذ روایات کے مطابق تلاوت جائز ہے، یہ بحث ساتویں باب میں ان شاء اللہ آئے گی۔

ہمارے اصحاب اور دیگر علماء نے فرمایا:

اگر کوئی جانتے ہوئے شاذ قراءت کے مطابق نماز میں قراءت کرے، تو نماز باطل ہو جائے گی، اگر اس سے واقف نہ ہو، تو نماز باطل نہ ہوگی؛ البتہ اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

امام حافظ ابو عمرو ابن عبد البرؒ نے شاذ قراءت کی تلاوت اور جو شخص نماز میں شاذ قراءت کی تلاوت کرتا ہو، اس کے پیچھے نماز کے جائز نہ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

علماء نے فرمایا:

جو شخص شاذ قراءت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے، یا اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے تلاوت کرتا ہے، تو اس کو حکم بتایا جائے گا اور تنبیہ کی جائے گی، اگر وہ دوبارہ یہ حرکت کرے، یا شاذ قراءت سے واقف ہونے کے باوجود اس کے مطابق تلاوت کرے، تو اس کی سخت تعزیر کی جائے گی؛ یہاں تک کہ وہ باز آجائے، نیز جس شخص کو بھی اس طرح کے منکرات پر منع کرنے اور نکیر کرنے کی قدرت ہو، اس کے لیے منع اور نکیر کرنا واجب ہے۔

فصل: ایک مجلس میں ایک ہی قراءت کے مطابق تلاوت کرے

قراءِ سبعہ میں سے کسی ایک قاری کی قراءت کے مطابق جب تلاوت شروع کرے، تو اسی کی قراءت کے مطابق تلاوت کرنا چاہیے جب تک کہ ایک مضمون پورا نہ ہو جائے، جب ایک مضمون (سورت یا رکوع) پورا ہو جائے، تو پھر دوسرے امام کی قراءت کر سکتا ہے؛ لیکن افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی امام کی قراءت کے

مطابق تلاوت کرے۔

فصل: مصحف کی ترتیب کے موافق تلاوت کرے

علماء نے فرمایا:

مستحب یہ ہے کہ مصحف کی ترتیب کے مطابق تلاوت کرے، سب سے پہلے سورۂ فاتحہ، پھر سورۂ بقرہ، پھر سورۂ آل عمران اسی ترتیب کے مطابق تلاوت کرے، خواہ نماز میں تلاوت کرے، یا نماز کے باہر۔

بعض علماء نے یہاں تک فرمایا:

اگر کوئی پہلی رکعت میں قل أعوذ برب الناس پڑھے، تو وہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ پڑھے، جب مصلی نماز میں ایک سورت پڑھے، تو دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کی ترتیب کسی حکمت کی بنا پر اسی طرح رکھی گئی ہے، لہٰذا اس کا لحاظ رکھنا چاہئے؛ البتہ شریعت میں جس کا استثناء آیا ہے، وہاں اس کے خلاف بھی پڑھنے کی گنجائش ہے، جیسے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الم السجدۃ پہلی رکعت میں، دوسری رکعت میں سورۂ دہر، عیدین میں پہلی رکعت میں سورۃ قاف، دوسری رکعت میں اقتربت الساعۃ، فجر کی سنت میں پہلی رکعت میں **قل یاأیھاالکفرون** دوسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد**، وتر کی پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلی**، دوسری رکعت میں **قل یاأیھاالکفرون**، تیسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد**، یا تیسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد** اور معوذتین پڑھنا سنت ہے۔

اگر کسی نے بالترتیب نہیں پڑھا، پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی تھی، دوسری رکعت میں اس سے متصل سورت پڑھنے کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ دی، اب پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی ہے، اس سے پہلے کی سورت پڑھنا بھی جائز ہے، اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے بہت سے آثار مروی ہیں، حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ یوسف پڑھی۔

علماء کی ایک جماعت نے مصحف کی ترتیب کے خلاف پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن ابی داؤد نے حضرت حسن سے روایت کی ہے آپ کے نزدیک مصحف کی ترتیب کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے، ابن ابی داؤد کی صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؓ سے کہا گیا:

إن فلانا يقرأ القرآن منكوسا، فقال ذالك منكوس القلب.

ایک شخص قرآن پاک کو الٹا (مصحف کی ترتیب کے خلاف) پڑھتا ہے، تو آپؓ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا دل الٹا ہے، کسی سورت کے آخر سے شروع کی طرف تلاوت کرتے ہوئے آنا، یہ بالکل درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس طریقے سے اعجاز کی بعض صورتیں ختم ہوسکتی ہیں نیز آیات کی ترتیب کی حکمت فوت ہوجاتی ہے۔

ابن ابی داؤد نے جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ اور امام مالکؒ سے اس کی کراہت نقل کی ہے، امام مالکؒ نے اس کو عیب قرار دیتے ہوئے اس طریقے پر پڑھنے کو عظیم گناہ قرار دیا ہے۔

چھوٹے بچوں کو آخرِ مصحف (پارۂ عم) سے حفظ کرانا، یہ اچھی بات ہے، یہ شکل ممنوع صورتوں میں داخل نہیں ہے، اس لیے کہ اس کو متعدد اوقات و ایام میں پڑھا جاتا ہے، نیز اس میں بچوں کے لیے آسانی ہے

فصل: دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت

قرآنِ پاک دیکھے بغیر تلاوت کرنے سے دیکھ کر تلاوت کرنا افضل ہے، اس لیے کہ قرآن پاک کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہے، اس طرح قراءت اور قرآن پاک کو دیکھنے کی دو عبادتیں جمع ہوجاتی ہیں، قاضی حسین شافعیؒ، امام غزالیؒ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

امام غزالیؒ نے بہت سارے حضرات صحابہؓ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرات صحابہ مصحف دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور انھیں اس بات سے تکلیف و ناگواری ہوتی تھی کہ کوئی دن قرآنِ پاک کو دیکھے بغیر گذر جائے، ابن ابی داؤد نے سلف کی ایک جماعت سے دیکھ کر

تلاوت کرنا نقل کیا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

مجھے اس سلسلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، اگر کہا جائے کہ یہ بات لوگوں کے مزاج سے مختلف ہوسکتی ہے؟

اگر اس طرح کی بات ہو، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص کو دیکھ کر پڑھنے اور دیکھے بغیر پڑھنے میں دونوں صورتوں میں خشوع اور تدبر کی حالت یکساں رہتی ہے، تو اس کے لیے قرآن کو دیکھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

اگر کسی شخص کو بغیر دیکھے پڑھنے سے زیادہ خشوع وتدبر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو اس کے لیے بغیر دیکھے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہوگا، بزرگوں اور اسلاف کے معمولات کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

فصل: اکٹھے ہوکر تلاوت کرنے کی فضیلت

لوگوں کا اکٹھا ہوکر تلاوت کرنا مستحب ہے، دلائل اور سلف وخلف کے اقوال سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ کی سند سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مامن قوم یذکرون اللہ إلاحفت بھم الملائکة ،وغشیتھم الرحمة ، ونزلت علیھم السکینة ،وذکرھم اللہ فیمن عندہ۔ (قال الترمذی حدیث حسن)

کوئی جماعت اللہ کا ذکر نہیں کرتی؛ مگر ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت انھیں ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کرتے ہیں جو اس کے پاس ہیں یعنی فرشتوں کے سامنے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ماا جتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ یتلون کتاب اللہ ، ویتدا رسونه بینھم إلانزلت علیھم السکینة ،وغشیتھم الرحمة ،وحفتھم الملائکة ،وذکرھم اللہ

فیمن عندہ. (رواہ مسلم، وابوداؤد باسناد صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

جب کوئی جماعت اللہ کے گھر میں جمع ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتی ہے اور اس کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرتی ہے، تو ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت انھیں ڈھانک لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان لوگوں سامنے کرتے ہیں جو اس کے پاس ہیں یعنی فرشتوں کے سامنے۔

حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقے کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا:

مایجلسکم؟

تمھیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا:

جلسنا نذکر اللہ تعالیٰ و نحمدہ لماھدانا للاسلام.

ہم اللہ کا ذکر کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی جو ہدایت وتوفیق عطا فرمائی ہے اور ہم پر جو احسان فرمایا، اس پر شکر ادا کررہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا:

إن اللہ تعالیٰ یباھی بکم الملائکۃ.

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرمارہے ہیں۔

(رواہ الترمذی، والنسائی، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

اس مضمون میں بہت ساری احادیث مروی ہیں۔

امام دارمی نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

من استمع إلی آیۃ من کتاب اللہ کانت لہ نورا.

جوشخص قرآن پاک کی کسی آیت کو غور سے سنتا ہے، وہ آیت اس کے لیے نور کا ذریعہ ہوگی۔

ابن ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوالدرداءؓ سبق پڑھانے کے پر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، تو آپ کے ساتھ جو جماعت ہوتی، وہ بھی سبق یاد کرنے کے طریقے پر تلاوت کرتی۔

ابن ابی داؤد نے لوگوں کو جمع کر کے پڑھانے کا عمل سلف، خلف اور متقدمین قضاۃ سے نقل فرمایا ہے۔

حسان بن عطیہؒ اور اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس نے سبق کا سلسلہ مسجد دمشق میں شروع کیا، وہ ہشام بن اسماعیل ہیں، جب وہ عبدالملک کے پاس آئے، تو انہوں نے یہ درس کا سلسلہ شروع کیا۔

جو بات ابن ابی داؤد نے حضرت ضحاکؒ بن عبدالرحمن بن عرزب سے نقل کی ہے کہ انہوں نے اس طرح پڑھانے پر نکیر کی ہے اور حضرت ضحاک نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا، نہ صحابہ میں سے کسی سے سنا، یعنی کسی کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ابن وہب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ سے سوال کیا:

أرأيت القوم يجتمعون، فيقرأون جميعا سورة واحدة حتى يختموها؟

آپ کیا فرماتے ہیں:

کچھ لوگ جمع ہوں اور ایک ایک سورت سب مل کر پڑھیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

حضرت امام مالکؒ نے اس کو منع کیا اور اس کو برا کہا ہے اور فرمایا لوگ (حضرات صحابہ) اس طرح نہیں کرتے تھے؛ بلکہ ایک آدمی دوسرے کو پڑھ کر سناتا تھا۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

یہ ممانعت سلف وخلف کے متفق علیہ مسئلے اور دلیل کے مقتضی کے خلاف ہے، قابل اعتبار بات وہی ہے جو پیچھے گذری؛ لیکن اجتماعیت کے ساتھ پڑھنے کے چند شرائط ہیں، ان کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

جو شخص لوگوں کو تلاوت کے لیے جمع کرے، اس کی فضیلت کے سلسلے میں بہت ساری نصوص ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی:

الدال علی الخیر کفاعله.

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی مانند ہے۔

لأن یھدی الله بك رجلا واحدا خیر لك من حمر النعم.

تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیں، تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وتعاونوا علی البر والتقوی. (المائدۃ:۴)

نیکی اور تقوی کی باتوں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔

جو شخص اس سلسلے میں کوشش کرتا ہے، اس کے اجر میں شک نہیں ہے۔

فصل: چند لوگوں کا مشترکہ طور پر ختم قرآن

اس کا مطلب یہ ہے کہ چند لوگ جمع ہوں، کوئی دس بارہ پارے پڑھے، پھر کوئی دوسرا شخص آگے کی تلاوت کرے، پھر ایک تیسرا شخص پڑھے، اس طرح قرآن مکمل کیا جائے، یہ جائز ہے، امام مالکؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، تو آپؒ نے اجازت دی۔

فصل: بلند آواز سے تلاوت

یہ اہم فصل ہے، اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اس کے متعلق بہت ساری احادیث مروی ہیں جو بلند آواز سے تلاوت کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں، بہت ساری روایات سرًا پڑھنے کی فضیلت میں آئی ہیں اور میں اس کے چند پہلو کی طرف اشارہ کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

ابو حامد امام غزالیؒ وغیرہ علماء نے فرمایا: ان احادیث اور آثار میں تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ سرًا تلاوت کرنا ریاکاری سے محفوظ طریقہ ہے، لہٰذا یہ طریقہ اس شخص کے لیے افضل ہے جسے ریاکاری کا خوف ہو۔

اگر ریائی کاری کا خوف نہ ہو، تو اس کے لیے بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے،

اس لیے کہ اس میں عمل زیادہ ہے، اس کا فائدہ متعدی ہے اور متعدی لازم سے افضل ہے، نیز آواز کی بلندی قاری کو بیدار کرتی ہے، اس کے ذہن کو یکسو رکھتی ہے، کان کو اس کی طرف متوجہ کئے رہتی ہے، نیند کو دور کرتی ہے، چستی کو بڑھاتی ہے اور دوسروں کو جو سو رہے ہوں، یا غافل ہوں، ان کو متنبہ کرتی ہے۔

علماء نے فرمایا: جب ان امور کی نیت ہو، تو بلند آواز سے تلاوت کرنا مستحب ہے، نیز جب یہ نیتیں جمع ہو جائیں، تو اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے، اسی وجہ سے امام غزالیؒ نے فرمایا: دیکھ کر قرآن پڑھنا افضل ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: یہ مسئلے کا حکم ہے، اب رہی بات ان روایات کی جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کروں گا۔

حدیث صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي حسن الصوت يتغني بالقرآن يجهر به.

(رواہ البخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ کسی کی آواز کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے، جتنی توجہ اس نبی کی آواز کی طرف دیتے ہیں جو خوبصورت و بلند آواز سے قرآن پاک پڑھ رہے ہوں۔

یعنی غور سے سنتے ہیں، یہ رضامندی وقبولیت کی جانب اشارہ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

لقد أُوتيتَ مزمارا من مزامير آل داؤد. (رواہ البخاری ومسلم)

تمہیں داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آوازوں میں سے ایک آواز دی گئی ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لقد رأيتني وأنا أسمع لقرائتك البارحة.

میں نے اپنے آپ کو گذشتہ رات تمہاری قراءت سنتے ہوئے پایا۔

امام مسلم نے اس روایت کو حضرت بریدہؓ بن خصیف سے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

للہ أشد أذنا إلی الرجل حسن الصوت بالقرآن من صاحب القینة إلی قینته.

(رواہ ابن ماجہ)

حق تعالیٰ شانہ اس خوش الحان قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی سے گانا سن رہا ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

إنی لأعرف أصوات رفقة الأشعریین باللیل حین یدخلون، وأعرف منازلھم من أصواتھم بالقرآن باللیل، وإن کنت لم أر منازلھم حین نزلوا بالنھار.

(رواہ بخاری ومسلم)

میں اشعری ساتھیوں کو ان کی آواز سے پہچان لیتا ہوں جب وہ رات میں آتے ہیں اور رات میں ان کی آواز سے ان کے قیام گاہوں کو پہچان لیتا ہوں، اگرچہ میں نے انھیں دن میں فروکش ہوتے ہوئے دیکھا نہ ہو۔

حضرت براء بن عازبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا:

زینوا القرآن بأصواتکم. (رواہ ابوداؤد، والنسائی، وغیرھما)

قرآنِ پاک کو اپنی آوازوں سے مزین اور خوبصورت بناؤ۔

ابن ابی داؤدؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے آپؓ نے مسجد میں ان لوگوں کی آوزیں سنیں جو قرآن پاک پڑھ رہے تھے، آپؓ نے فرمایا:

طوبی لھؤلاء کانوا أحب الناس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

مبارک بادی وخوشخبری ہو اِن لوگوں کے لیے، یہی لوگ اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سب سے زیادہ محبوب تھے۔

جہراً تلاوت کرنے کے سلسلے میں احادیث، صحابہ کرامؓ کے اعمال واقوال بے شمار و مشہور ہیں جن کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جہراً تلاوت کرنے کی اجازت اس شخص کے لیے ہے جسے اپنے اور پر ریا کاری، خود پسندی اور دیگر برائیوں کا خوف نہ ہو۔

نیز جہراً تلاوت کرنے سے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف اور ان کی نمازوں کی خراب

کرنے کا سبب نہ بنے، بعض اکابر مذکورہ باتوں سے بچنے کے لیے سری تلاوت کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں: میں ابراہیمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ تلاوت کر رہے تھے، میں اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو آپؒ نے قرآنِ پاک پر پردہ ڈال دیا اور فرمایا میں نے مصحف پر پردہ اس لیے ڈالا؛ تاکہ دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں ہر وقت تلاوت کرتے رہتا ہوں۔

ابوالعالیہؒ کہتے ہیں: میں حضرات صحابہ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان میں سے ایک ساتھی نے کہا کہ میں نے رات میں قرآن پاک کی اتنی مقدار پڑھی، تو دیگر حضرات نے فرمایا کہ یہ قرآن میں سے تمہارا حصہ ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائی)۔

جو حضرات سری تلاوت کو افضل کہتے ہیں وہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة، والمسر بالقرآن كالمسر بالصدقة.

(رواہ ابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وقال الترمذی حدیث حسن)

جو شخص بلند آواز سے تلاوت کرتا ہے، وہ علانیہ صدقہ کرنے والے کے مانند ہے اور جو شخص سرًا تلاوت کرتا ہے، وہ چپکے سے صدقہ کرنے والے کے مانند ہے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سرًا تلاوت کرتا ہے، وہ افضل ہے جہرًا تلاوت کرنے والے سے، اس لیے کہ اہل علم کے نزدیک چپکے سے کیا جانے والا صدقہ علانیہ صدقہ سے افضل ہے۔

امام ترمذی نے فرماتے ہیں: اس حدیث کا مذکورہ مطلب اہل علم نے اس لیے مراد لیا ہے؛ تاکہ قاری خود پسندی سے محفوظ رہے، اس لیے کہ جو چپکے سے عمل کرتا ہے، اس کو خود پسندی کا خوف نہیں رہتا، جیسا کہ علانیہ عمل کرنے سے عجب کا خوف رہتا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: امام ترمذی کی بات سے ہماری ان شرائط کی تائید ہوتی ہے جن کو ہم نے شروع میں بیان کیا، لہٰذا بلند آواز سے تلاوت کرنے سے مذکورہ باتوں کا خوف ہو، تو آہستہ تلاوت کرے۔

اگر ان خرابیوں کا خوف واندیشہ نہ ہو، تو بلند آواز سے تلاوت کرنا مستحب ہے، اگر کوئی جماعت اکٹھے ہو کر تلاوت کر رہی ہو، تو بھی بلند آواز سے تلاوت کرنا چاہئے، اس لیے کہ بلند آواز سے تلاوت کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

فصل: عمدہ آواز سے قرآن کی تلاوت کا استحباب

سلف وخلف، صحابہ وتابعین، علماء اور ائمہ مسلمین کا قرآنِ پاک کو خوب صورت آواز سے پڑھنے پر اتفاق ہے، ان کے اقوال اور افعال مشہور ومعروف ہیں جنھیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث عوام وخواص کے نزدیک مشہور ہیں مثلاً:

زينوا القرآن بأصواتكم، ما أذن الله، لله أشد أذنا وغیرہ۔

احادیث جو گذشتہ فصل میں گذر چکیں، ترتیل کی فصل میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی بھی روایت گذری ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابولبابہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم يتغن بالقرآن، فليس منا۔ (رواہ ابوداؤد باسنادین جیدین، وفی اسناد سعد اختلاف لا یضر)

جو شخص قرآنِ پاک کو خوبصورت آواز سے نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں ''والتین'' ''والزیتون'' پڑھتے ہوئے سنا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ خوب صورت آواز کسی کی نہیں سنی۔ (بخاری ومسلم)

علماء نے فرمایا: قرآنِ پاک کو خوبصورت آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے؛ جب کہ آواز کے بنانے اور کھینچنے میں شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو۔

اگر شرعی حدود سے تجاوز ہو جائے کہ کوئی حرف بڑھ گیا، یا کسی حرف کو چھپا دیا، تو یہ حرام ہے، قرآنِ پاک کو الحان کے ساتھ پڑھنے کو امام شافعیؒ نے ایک جگہ پر مکروہ قرار دیا ہے۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا: اس میں تفصیل ہے اگر آواز کے بنانے اور کھینچنے میں شرعی حدود سے تجاوز کرے، تو مکروہ ہے، اگر شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے، تو یہ جائز ہے۔

قاضی القضاۃ ماوردیؒ نے اپنی کتاب ''الحاوی'' میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص قرآن پاک کو موسیقی کے قوانین وقواعد کے مطابق پڑھتا ہے، اگر قرآن کا کوئی لفظ حرکت کے بڑھانے، یا حرکت کے حذف کرنے سے، حرف مدہ میں مد نہ کرنے، یا غیرہ مدہ حرف میں مد کرنے سے حقیقی شکل سے نکل جائے، یا کوئی نیا حرف پیدا ہو جائے، یا آواز بنانے کے لیے اس طرح کھینچنا کہ بعض الفاظ میں خلل پیدا ہو جائے، یا معنی مشتبہ ہو جائے، تو یہ حرام ہے، پڑھنے ولا فاسق ہے اور سننے والا گنہگار ہے، اس لیے کہ اس نے سید ھے راستے سے ہٹ کر کج روی اختیار کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قرآنا عربیا غیر ذی عوجا.

بہتر عربی زبان میں ہم نے نازل کیا ہے۔

اگر کسی قاری کا طرزِ تلاوت قرآن کے کسی لفظ کو اس کی اصلی شکل سے نہیں نکالتا اور اس کی قراءت ترتیل کے مطابق ہے، تو اس طرح پڑھنا مباح ہوگا، اس لیے کہ اس نے قراءت کو سنوارنے کے لیے یہ طرز اختیار کیا ہے، یہ قاضی ماوری کا کلام ہے۔

قراءت کی مذکورہ حرام صورت جو کہ ناجائز ہے (راگ سے قرآن پڑھنا) اس میں بہت سارے جاہل، گمراہ لوگ مبتلا ہیں جو جنازوں اور بعض محفلوں میں اس طریقے سے پڑھتے ہیں، یہ بدعت ہے جس کا حرام ہونا ظاہر ہے، اس طرح کی قراءت سننے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ قاضی ماوردی نے فرمایا، نیز ہر وہ شخص جو اس طرح پڑھنے والے کو منع کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر بھی منع نہ کرے، وہ بھی گنہگار ہوگا۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: میں نے اس سلسلے میں اپنی مقدور بھر کوشش کی ہے، اللہ

کی کریم ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان منکرات کو زائل کرنے کے لیے کسی قابل شخص کو توفیق دیں گے جو اس کا اہل ہو۔

امام شافعیؒ نے ''مختصر مزنی'' میں فرمایا ہے: تلاوت کے وقت کسی بھی شرعی طریقے سے اپنی آواز کو خوب صورت بنانا مستحب ہے اور مجھے حدر کے ساتھ اور درد کے ساتھ تلاوت کرنا زیادہ پسند ہے۔

اہل لغت نے کہا ہے: **حدرت بالقراءة** کا معنی ہے میں نے تیز پڑھا اور حد سے زیادہ جلدی نہیں کی اور جب آدمی رقتِ قلب کے ساتھ تلاوت کرے، تو کہا جاتا ہے

فلان يقرأ بالتحزين إذا رقق صوته.

ابن داؤد نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ کورت درد کے ساتھ تلاوت فرمائی، جیسے مرثیہ درد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت ابن ملیکہؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اچھی آواز سے تلاوت کر نہیں سکتا، تو وہ کیا کرے؟ ابن ملیکہؒ نے جواب دیا کہ جتنا ہو سکے، خوب صورت آواز میں پڑھنے کی کوشش کرے۔

فصل: عمدہ تجوید اور خوش آواز قاری سے قرآن شریف سننا

جاننا چاہئے کہ اسلافؒ عمدہ آواز والے قراءِ کرام سے درخواست کرتے کہ وہ اپنی خوب صورت آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کریں؛ تا کہ وہ عمدہ آواز میں قرآن پاک کو سنیں، یہ عمل بالاتفاق مستحب ہے، یہ عبادت گذار اور اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حدیث صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

إقرأ عليَّ القرآن.

مجھے قرآن شریف پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا:

يارسول الله! أقرأ عليك؟ وعليك أنزل؟

یارسول اللہ! کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ جب کہ اس کلام کو آپ ہی پر نازل کیا گیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إني أحب أن اسمعه من غيری.

میں دوسروں سے سننا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کیا، جب میں

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ (النساء:۴۱)

اس وقت کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کو بلائیں گے اور ان لوگوں کے متعلق گواہی دینے کے لیے آپ کو بلائیں گے پر پہنچا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **حسبك الآن**، اب بس کرو، میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوا، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھیں آنسوں بہا رہی تھیں۔ (رواہ البخاری ومسلم)

امام دارمی وغیرہ محدثینؒ نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرماتے:

ذَكِّرْنَا رَبَّنَا.

ہمارے رب کی یاد تازہ کیجیے، تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ قرآن شریف پڑھا کرتے۔

اس سلسلے میں مشہور واقعات ہیں، بہت سارے اللہ والوں نے قرآن پڑھنے والوں سے قرآن پاک پڑھنے کی درخواست کی، جب قاری نے تلاوت کی، تو اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

علماء نے حدیث شریف کی مجلس کو بھی تلاوتِ کلام اللہ سے آغاز کرنے اور اسی پر مجلس کو برخواست کرنے کو مستحب قرار دیا ہے کہ کوئی خوش الحان قاری قرآن شریف کی کچھ آیات پڑھے، ایسے مقامات میں قاری کو چاہئے کہ مجلس کی مناسب آیات کی تلاوت کرے اور قاری امید وخوف، اخلاق حسنہ اور نصیحت پر مشتمل، دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے والی، آخرت کی طرف متوجہ کرنے والی، آخرت کی تیاری اور امیدوں کو مختصر کرنے والی آیات کی تلاوت کرے۔

فصل: جہاں سے مضمون شروع ہو، وہاں سے تلاوت شروع کرے

قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ جب درمیانی سورت سے تلاوت

شروع کرے، تو ایسی جگہ سے تلاوت شروع کرے جہاں سے مضمون شروع ہوتا ہو، یا درمیانی سورت میں تلاوت سے فارغ ہونے کا ارادہ کرے، تو ایسی جگہ پر تلاوت موقوف کرے، جہاں مضمون پورا ہوجاتا ہو۔

اعشار (کسی زمانے میں ہر دس آیتوں پر علامت لگائی جاتی تھی، علوم القرآن) و پاروں کو نہ دیکھے، اس لیے کہ اعشار و پارے بعض مقامات میں ایسی جگہ پر ہیں، جہاں ابتدائی اعشار و پارے کو پچھلی آیات سے جوڑ و تعلق ہے جس کی وجہ سے مضمون ادھورا ہوجاتا ہے، مثلاً: **وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ** (یوسف: ۵۳) (ابتدائی پارہ کی مثال)، **فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ** (العنکبوت: ۲۴) (ابتدائی اعشار وصفحہ کی مثال ہوسکتی ہے)، **وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ** (الاحزاب: ۳۱) (ابتدائی پارہ کی مثال)، **وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِہٖ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ** (یٰس: ۲۸) **إلیه یرد علم الساعة** (حم السجدۃ: ۴۷) (ابتدائی پارہ کی مثال)، **وَ بَدَا لَہُمۡ سَیِّاٰتُ** (الزمر: ۴۸) (ابتدائی صفحہ کی مثال)، **قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ اَیُّہَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ** ۝۳۱ (الذریات: ۳۱) (ابتدائی پارہ کی مثال)۔

اسی طرح احزاب (بعض بزرگوں کے نزدیک روزانہ تلاوت کی مقدار طے تھی جس کو حزب کہا جاتا ہے: علوم القرآن) جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ۔ (البقرۃ: ۲۰۳)، **قُلۡ ہَلۡ اُنَبِّئُکُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِکَ**۔ (المائدۃ: ۶۰)

یہ سب وہ مقامات ہیں جہاں سے تلاوت شروع کرنا، یا جہاں پر تلاوت موقوف کرنا مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ ان آیات کا ماقبل سے جوڑ ہے۔

غافل قراء کرام کے عمل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتے اور ان معانی میں غور و فکر نہیں کرتے۔

امام حاکم ابوعبداللہؒ نے اپنی سند سے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے جو نصائح نقل فرمائے ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

لاتستوحش طرق الهدى لقلة أهلها، ولاتغترن بكثرة الهالكين، ولا

يضرك قلة السالكين.

ہدایت کے راستوں پر چلنے والوں کی کمی کی وجہ سے وحشت محسوس نہ کرنا، ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھانا، راہ چلنے والوں کی قلت تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔

اسی وجہ سے علماء نے فرمایا: ایک لمبی سورت میں سے ایک چھوٹی سورت کے بقدر پڑھنے سے ایک مکمل چھوٹی سورت پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ بسا اوقات کلام کا ربط بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ابن ابی داوٗدؒ نے اپنی سند سے عبداللہ بن ابوالھذیل مشہور تابعیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرات صحابہؓ آیت کا بعض حصہ پڑھ کر بعض حصے کو چھوڑ دینے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

فصل: مندرجہ حالات میں تلاوتِ قرآن مکروہ ہے

جاننا چاہئے کہ علی الاطلاق قرآن شریف کی تلاوت جائز ہے؛ مگر چند مخصوص حالات جن میں شریعت میں ممانعت آئی ہے، ان حالات میں تلاوت مکروہ ہے، میں ان میں سے بعض صورتوں کو مختصراً جو ذہن میں حاضر ہیں دلائل کو حذف کرتے ہوئے پیش کروں گا، اس لیے کہ دلائل مشہور ہیں۔

(۱) قیام کے علاوہ رکوع، سجدہ، تشہد وغیرہ میں تلاوت، وقراءتِ قرآن مکروہ ہے۔

(۲) مقتدی کے لیے امام کی قراءت سننے کے وقت سورۂ فاتحہ سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک سوۂ فاتحہ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ردالمحتار ۲/۲۶۶)

(۳) بیت الخلا کے لیے بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں۔

(۴) اونگھ کی حالت میں۔

(۵) اونگھ کی وجہ سے، یا اعراب نہ ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے تلاوت دشوار ہو، تو ایسی صورت میں تلاوت کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۶)، خطبہ سننے والے کے لیے تلاوت کرنا، جسے خطبہ سنائی نہ دیتا ہو، اس کے لیے مستحب ہے، یہی راجح مذہب ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک خطبہ کے وقت تلاوت کرنا بھی جائز نہیں، اگرچہ آواز اس تک نہ پہنچتی ہو، منحۃ الخالق مع البحر ۲/۲۷۲)

حضرت طاؤسؒ سے خطبہ کے دوران تلاوت کا مکروہ ہونا منقول ہے اور ابراہیمؒ سے مکروہ نہ ہونا منقول ہے، لہٰذا ان اکابر کے اقوال پر عمل ہماری مذکورہ تطبیق سے ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک حالتِ طواف میں تلاوت مکروہ نہیں ہے، اکثر علماء اسی قول کے قائل ہیں۔

ابن المنذرؒ نے حضرت عطاؒ، حضرت مجاہدؒ ابن المبارکؒ، ابوثورؒ اور اصحاب رائے سے یہی قول نقل کیا ہے اور عروۃ بن زبیرؒ، حسن بصری اور امام مالکؒ سے طواف کے وقت تلاوت کا مکروہ ہونا نقل کیا ہے، پہلا قول صحیح ہے۔

حمام میں، راستہ چلتے ہوئے اور جب منہ میں نجاست ہو، تو ان حالات میں تلاوت کا حکم پیچھے گذر چکا ہے۔

فصل: تلاوت کی بعض بدعتیں

بعض جاہل ائمہ نمازِ تراویح میں ستائیسویں شب آخری رکعت میں سورۂ انعام پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں، یہ بدعت منکرہ ہے، اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں (۱) اس ترتیب کو مستحب سمجھنا (۲) عوام کو اوہام وشبہات میں ڈالنا (۳) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ طویل کرنا؛ حالاں کہ پہلی رکعت کو طویل کرنا مسنون ہے (۴) مقتدیوں پر بار ڈالنا (۵) قراءت بہت تیز تیز کرنا۔

اس بدعت سے ملتی جلتی یہ بدعت بھی ہے کہ بعض جاہل امام جمعہ کے دن نماز فجر میں الم سجدے کے علاوہ کسی اور سجدے کی سورت کو پڑھتے ہیں؛ حالاں کہ اس دن الم سجدہ اور ھل اُتی علی الانسان پڑھنا مسنون ہے۔

فصل: تلاوت سے متعلق چند مسائل

(۱) تلاوت کے دوران جب ریح خارج ہو، تو تلاوت موقوف کردے؛ یہاں تک کہ ریح مکمل طور پر خارج ہوجائے، پھر تلاوت شروع کرے، ابن ابی داؤدؒ وغیرہ نے حضرت عطاؒ سے یہی طریقہ نقل کیا ہے، یہ انتہائی ادب کی بات ہے۔

(۲) تلاوت کے دوران جماہی آئے، تو تلاوت موقوف کردے، جب جماہی مکمل طریقے سے بند ہوجائے، تو تلاوت دوبارہ شروع کرے، امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھی بات ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت جس کو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، وہ اس پر دلالت کرتی ہے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إذا تثاؤب أحدكم فليمسك بيده على فمه، فإن الشيطان يدخل.

(رواہ مسلم)

جب تم سے میں کسی کو جماہی آئے، تو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اس لیے کہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

(۳) جب قرآن پاک کی آیات:

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ ۔(التوبة:۳۰) **وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ** ۔(المائدة:٦٤) **وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا**۔ (مریم:۸۸)

اس جیسی آیات پڑھے، تو آواز پست کرلے، حضرت ابراہیم نخعیؒ اسی طرح کرتے تھے۔

(۴) جب **اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ** (الاحزاب:۵۶) پڑھے، تو (آواز بدل کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے۔

ابن ابی داؤد نے حضرت شعبیؒ سے سند ضعیف کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ حضرت شعبیؒ سے پوچھا گیا کہ جب اس آیت کو پڑھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے؟ آپؒ نے فرمایا: ہاں۔

(۵) سورۂ "**والتين والزيتون**" تلاوت کرے اور **أليس الله بأحكم الحاكمين** پر پہنچے، تو یوں کہے: **بلى وأنا على ذالك لمن الشاهدين.**

امام ابوداؤد اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(٦) جب سورۃ القیامۃ کی آخری آیت **أليس ذالك بقادر على أن يحيى**

الموتیٰ (کیا اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہیں؟ **تو بلیٰ**؟ کہے (کیوں نہیں ؟)، جو شخص **فبأی آلاء ربکما تکذبان** (اے جن وانس تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟) یا **فبأی** حدیث بعدہ یؤمنون (قرآن کے بعد کسی اور کتاب پر ایمان لے آؤ گے؟) تلاوت کرے تو یوں کہے: **آمنت باللہ** (میں اللہ پر ایمان لے آیا) اس کو ابن ابی داؤد اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ ، ابن الزبیرؓ ، **ابو موسیٰ اشعری** رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب یہ حضرات سورۃ **سبح اسم ربك الاعلی** پڑھتے ، تو **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتے ، حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپؓ تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: آپؓ نے نماز میں سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیات تلاوت فرمائیں ، آپؓ نے ان آیات کے جواب میں فرمایا: **الحمدللہ الذی لم یتخذ ولدًا**. (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا)

ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: مذکورہ آداب کا نماز میں بھی خیال رکھنا چاہئے۔ (حنفیہ کے نزدیک نوافل میں گنجائش ہے، فرائض اور جماعت سے ادا کی جانے والی نوافل مثلاً تراویح میں کراہت ہے۔ ردالمحتار ۲/ ۲۶۷)

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں مذکورہ تین سورتوں میں ان دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے، اسی طرح باقی آیات جو اس طرح کے معانی پر مشتمل ہوں، مناسب الفاظ میں ان کا جواب دینا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

فصل: کلام کی نیت سے قرآنی الفاظ پڑھنے کا حکم

ابن ابی داؤدؒ نے اس سلسلے میں اختلاف نقل کیا ہے، ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ دنیا کے کسی مقصد کے لیے الفاظِ قرآن کو پیش کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے مکہ مکرمہ میں مغرب کی نماز پڑھائی اور نماز میں ''**والتین والزیتون**'' پڑھی اور **ھذاالبلدالأ**مین پر اپنی آواز کو خوب بلند کیا۔

حکیم بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ فجر کی نماز میں مشغول تھے، ایک خارجی آیا اور کہا: **لئن أشركت ليحبطن عملك**. (الزمر:۶۵)

(اگر تم شرک کرو گے، تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے)

حضرت علیؓ نے نماز ہی میں جواب دیا:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ. (الروم:۶۰)

(صبر کرو، بے ایمان ہرگز آپ کے مقام سے آپ کو جنبش نہیں دے سکیں گے)

ہمارے اصحاب نے فرمایا: اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور کسی شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، نماز پڑھنے والے نے کہا، ادخلوھا بسلام آمنین (سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ)

اگر مصلی نے تلاوت اور اجازت دونوں کی نیت کی، تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

اگر اس نے صرف اطلاع و اجازت کی نیت کی، تو نماز باطل ہو جائے گی۔ (امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ اس نے ان الفاظ کو جواب کے طور پر کہا ہے، نور الایضاح: ۸۴)

فصل: تلاوت کے وقت کسی قابل احترام شخص کے آنے پر کھڑا ہونا

جب کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہو، اس حالت میں کوئی صاحبِ فضیلت آدمی آ جائے، مثلاً عالم، بزرگ، عمر رسیدہ، نسبی، سسرالی، یا کسی اور رشتے سے قابل احترام شخص آ جائے، تو قاری کے لیے اکراماً و تعظیماً کھڑے ہو جانے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ مستحب ہے،؛ البتہ ریا کاری کے طور پر کھڑا نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کے عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپ کے موجودگی میں اکرام کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔

نیز حضرات تابعین عظامؒ اور بعد کے علماء و صلحاء کے عمل سے بھی ثابت ہے، اس سلسلے میں میں نے ایک رسالہ مرتب کیا ہے جس میں میں نے ان تمام احادیث کو پیش کیا ہے جن سے اکرام کے لیے کھڑا ہونا مستحب معلوم ہوتا ہے اور ان روایات کو بھی پیش

کیا ہے جن سے نہی وممانعت سمجھ میں آتی ہے اور میں نے اس رسالے میں ضعیف روایات کے ضعف کو، صحیح روایات کی صحت اوران کے جوابات کو جو صیغہ نہی کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، ان تمام باتوں کو ذکر کیا ہے ،جس کو شک ہو، اس رسالے کا مطالعہ کرے۔ان شاء اللہ۔تمام شکوک وشبہات زائل ہوجائیں گے۔

فصل: تلاوت کے وقت سلام کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا

اگر کوئی شخص تلاوت کرتے ہوئے راستہ چل رہا ہے، درمیان میں کسی سے ملاقات ہوگئی ،تو تلاوت موقوف کرنا اور لوگوں کو سلام کرنا مستحب ہے، پھر تلاوت کو دوبارہ شروع کرلے،تعوذ پڑھ کر دوبارہ تلاوت شروع کرے،تو بہتر ہے۔

اگر کوئی شخص بیٹھ کر تلاوت کررہا ہے، کوئی آدمی اس کے سامنے سے گذر رہا ہے،تو امام ابوالحسن واحدیؒ نے فرمایا: گذرنے والے کو سلام کے بغیر گذر جانا بہتر ہے، اس لیے کہ یہ شخص تلاوت میں مشغول ہے۔

اگر کوئی شخص تلاوت کرنے والے کو سلام کرے،تو ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا کافی ہے،اگر چاہے،تو زبان سے جواب دے اور دوبارہ تعوذ کے ساتھ تلاوت شروع کرے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اشارے سے سلام کا جواب دینا ضعیف قول ہے، سلام کا زبانی جواب دینا ہی افضل ہے۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا: جمعہ کے دن خطبے کے دوران کوئی شخص مسجد میں داخل ہوکر سلام کرے،تو سلام کا زبانی جواب دینا واجب ہوگا، (احناف کے نزدیک دل دل میں جواب دینا افضل ہے، الدرالمختار ۲/۰۷)اس لیے کہ ہم نے خطبہ سننے کو اصح قول کے مطابق سنت قرار دیا ہے۔

جب فقہاء شافعیہ نے خطبہ سننے کے وجوب میں اختلاف کے باوجود خطبہ کے درمیان سلام کے جواب کو واجب قرار دیا ہے،تو تلاوت کے دوران کلام بھی حرام نہیں ہوگا، نیز اس حال میں سلام کا جواب زبانی دینا بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا۔

اگر کوئی تلاوت میں مصروف ہو، درمیان میں چھینک آ گئی، تو الحمد للہ کہنا مستحب ہے، اسی طرح نماز میں چھینک آجائے، تو الحمد اللہ کہے۔ (حنفیہ کے نزدیک نماز میں دل میں کہے، اگر زبان سے الحمد للہ کہہ دے، تو نماز فاسد ہوجائے گی، البحر الرائق ۶/۲)

اگر کسی نے چھینک آنے پر الحمد للہ کہا، تو خارجِ صلوۃ تلاوت کرنے والے کے لیے چھینک کا جواب **یرحمك الله** کے ذریعہ دینا مستحب ہے۔

تلاوت کے درمیان اذان ہوجائے، تو تلاوت موقوف کردے اور اذان کا جواب دے، پھر تلاوت کرے، یہ حکم ہمارے اصحاب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اگر کوئی شخص تلاوت کررہا ہو، کسی دوسرے کو تلاوت کرنے والے سے کوئی ضرورت پیش آجائے، تو اگر اشارے سے ضرورت پوری ہوجاتی ہو اور سوال کرنے والے کا دل بھی نہ ٹوٹتا ہو، تو اشارے پر اکتفاء کرے، تلاوت موقوف نہ کرے، اگر سائل کی دل شکنی کا اندیشہ ہو، یا اشارے پر کام نہ چلتا ہو، تو تلاوت موقوف کرکے جواب دینے میں کوئی حرج نہیں۔

فصل: نماز میں قراءت سے متعلق چند مسائل

میں ان مسائل کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کروں گا، اس لیے کہ یہ احکام فقہی کتب میں مشہور ہیں۔

من جملہ ان مسائل کے باجماعِ علماء نماز میں قراءت فرض ہے، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اما احمدؒ اور جمہور علماء نے فرمایا: ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، امام حنیفہؒ اور علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ سورۂ فاتحہ (بطور فرض کے) متعین نہیں ہے (؛ بلکہ واجب ہے) اور کہا کہ آخر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے، پہلا قول اصح ہے، حدیث میں اس کے واضح دلائل موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح حدیث میں ارشاد ہے:

ولاتجزئ صلاة لايقرأفيها بأم القرآن (وہ نماز جائز نہ ہوگی جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی (عندالشافعیہ) سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورت کو زائد کئے بغیر نماز

نہیں ہوتی (عندالاحناف)

علماء کا اتفاق ہے کہ فجر کی دو رکعتوں میں اور چار رکعت والی فرض نمازوں میں شروع کی دو رکعتوں میں ضم سورت مستحب ہے (احناف کے نزدیک فرض کی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت واجب ہے) آخری کی دو رکعتوں میں مستحب ہے۔

امام شافعیؒ کے قولِ جدید کے مطابق مستحب نہیں ہے،قول قدیم کے مطابق مستحب ہے،اگر مستحب کے قول کے مطابق عمل کریں،تو آخری کی دو رکعتوں کی قراءت شروع کی دو رکعتوں کی قراءت کے برابر ہونی چاہئے (احناف کے نزدیک ضم سورت آخری دو رکعتوں میں مستحب نہیں ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کا قولِ جدید ہے)

پہلی رکعت دوسری رکعت کے اعتبار سے لمبی ہونی چاہئے، یہی علماء محققین کا قول ہے،اس لیے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی ہوتی تھی،اس کا فائدہ یہ ہے کہ دیر سے آنے والے کو بھی پہلی رکعت مل جائے گی۔واللہ اعلم

امام شافعیؒ نے فرمایا: جب مسبوق آخر کی دو رکعت مکمل کرے گا،تو اس میں ضم سورت کرنا مستحب ہے،بعض شوافع حضرات نے فرمایا کہ ایک قول مستحب نہ ہونے کا ہے؛ لیکن پہلا قول اصح ہے،اس لیے کہ دوسرے قول کے مطابق نماز ضم سورت کے بغیر پوری ہوگی۔(احناف کے نزدیک ضم سورت فرض ہے،البحر الرائق ۱ر ۶۱۴)واللہ اعلم

مذکورہ بالا مسئلہ امام اور منفرد کا ہے،اگر مقتدی ہو،نماز سری ہو،مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور ضم سورت کرنا مستحب ہے،اگر نماز جہری ہو،امام کی آواز مقتدی تک پہنچ رہی ہے،تو ضم سورت کرنا مکروہ ہے۔

سورۂ فاتحہ پڑھنے کے سلسلے میں دو قول ہیں،اصح قول کے مطابق اس حال میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے،اگر نماز جہری ہو،امام کی آواز مقتدی تک نہیں پہنچ رہی ہے ،تو سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب اور ضم سورت کرنا مستحب ہے،ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ واجب ہے اور ضم سورت مستحب نہیں ہے۔(احناف کے نزدیک مقتدی کے لیے کسی بھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا یا کسی اور سورت کو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،ردالمحتار ۲ر ۲۶۷)

واللہ اعلم

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ واجب ہے۔(احناف کے نزدیک دعا کی نیت سے جائز ہے، الدر المختار مع رد ۲/۱۴۱ ۳)

نفل نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے؛ البتہ اس کے حکم میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب میں سے قفالؒ نے نفل نماز میں بھی واجب قرار دیا ہے، قاضی حسینؒ نے شرط کہا ہے، دیگر حضرات نے رکن قرار دیا ہے، یہی راجح قول ہے۔(احناف کے نزدیک بھی نفل نماز میں قراءت فرض ہے، البحر الرائق ۲/۹۹)

جو شخص کسی وجہ سے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے عاجز ہو، وہ قرآن کی دیگر سورتوں میں سے کسی سورت کو بطور بدل پڑھ سکتا ہے، تو پڑھ لے، ورنہ **سبحان اللہ، لا إله إلا اللہ** وغیرہ اذکار پڑھے، اگر ان میں سے کسی کو پڑھ نہیں سکتا، تو سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے بقدر رکھڑا رہے، پھر رکوع کرلے۔ واللہ اعلم۔

فصل: ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں ان نظائر کو جانتا ہوں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے مفصل (ق تا آخر قرآن) کی بیس سورتیں شمار کرائیں۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: پیچھے ہم نے اسلاف کی ایک جماعت سے ایک رکعت میں مکمل قرآن پڑھنا بیان کیا ہے۔

فصل: کن نمازوں میں قراءت جہری کرنی چاہئے

فجر، جمعہ، عیدین، مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں، تراویح اور وتر کی نمازوں میں جہری قراءت کرنے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، ان نمازوں میں امام کے لیے جہری قراءت ضروری ہے اور منفرد کے لیے بھی جہری قراءت مستحب ہے؛ البتہ مقتدی جہراً نہیں پڑھے گا۔(احناف کے نزدیک مقتدی بالکل نہیں پڑھے گا، ردالمحتار ۲/۲۶۶)

چاند گرہن کی نماز میں جہری قراءت مسنون ہے، سورج گرہن کی نماز میں جہری

قراءت مسنون نہیں ہے؛ البتہ نمازِ استسقا میں جہری قراءت مسنون ہے۔

نمازِ جنازہ میں اگرچہ رات میں ادا کی جائے، تب بھی راجح قول کے مطابق جہرًا قراءت نہیں کرے گا، نیز دن کے نوافل میں جہری قراءت نہیں کرے گا، رات کے نوافل میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق جہری قراءت نہیں کرے گا، دوسرے قول کے مطابق جہری قراءت کرسکتا ہے، تیسرا قول جو اصح ہے، جس کو قاضی حسینؒ اور علامہ بغویؒ نے راجح قرار دیا ہے، یہ ہے کہ جہر اور سر کے درمیان قراءت کرے۔ (احناف کا مذہب بھی یہی ہے، جب کہ قراءت کسی کی ایذارسانی کا سبب نہ بنے۔ بدائع ۱/۳۹۶ الواجبات الاصلیہ)

اگر کسی کی رات کی نمازیں فوت ہوگئیں، اس نے دن میں قضا کیا، تو وہ قراءت جہری کرے گا یا سری؟

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں، راجح قول یہ ہے کہ قضا کے وقت کا اعتبار ہے، اگر اس نے جہری کی جگہ سرًا یا سرًا کی جگہ جہرًا قراءت کردی، تو نماز صحیح ہوجائے گی؛ البتہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا؛ لیکن سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ (احناف کے نزدیک فوت شدہ نماز اگر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، تو فوت شدہ نماز کا اعتبار ہوگا، جہرًا ہو تو جہری قراءت سرًا ہو، تو سری قراءت، اگر منفرد ہو، تو سری قراءت لازم ہے، ھدایہ ۱/۱۶۶)

جان لیجیے! قراءت، تکبیراتِ انتقال اور دیگر اذکار کو آہستہ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے اور الفاظ کا تلفظ کرے کہ اگر اس کے کان تندرست ہوں، تو بلا تکلف کان تک آواز پہنچ جائے، اگر اتنی آواز نہ ہو، تو بالاتفاق قراءت یا اذکار کا اعتبار نہیں ہوگا۔

فصل نماز کے سکتات (وقفے)

ہمارے اصحاب نے فرمایا: جہری نماز میں امام کے لیے چار مرتبہ قیام کی حالت میں وقفہ کرنا مستحب ہے (۱) تکبیرۂ تحریمہ کے بعد؛ تاکہ امام دعا توجیہ پڑھے (ثناء)۔ (۲) سورۂ فاتحہ کے بعد خفیف وقفہ کرے؛ تاکہ کوئی آدمی آمین کو سورۂ فاتحہ کا جزء نہ سمجھ لے۔ (۳) سورۂ فاتحہ کے بعد لمبا وقفہ کرے؛ تاکہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ (احناف کے نزدیک یہ وقفہ مستحب نہیں ہے، اگر وقفہ عمدًا طویل ہوجائے، تو سجدۂ سہو لاز

م ہوگا ،عمدۃ القاری ۴؍ ۱۴۴، باب مایقول بعد التکبیر)۔(۴)ضم سورت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع میں جاتے وقت ضم سورت اور رکوع کی تکبیر کے درمیان ایک وقفہ کرے(؛ تاکہ سانس پر سکون ہوجائے)۔

فصل: سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنے کا استحباب

تلاوت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جب سورۂ فاتحہ کی تلاوت سے فارغ ہو،تو آمین کہے،خواہ وہ نماز میں ہو، یا نماز کے باہر،اس سلسلے میں بے شمار مشہور و معروف احادیث ہیں، نیز ہم نے گذشتہ فصل میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کے درمیان سکتہ کا مستحب ہونا بھی ذکر کیا ہے۔

لفظِ آمین کی تحقیق

آمین کا معنی ہے، **اللهم استجب**! اے اللہ قبول فرما!

ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی **كذالك فليكن**، اسی طرح ہونا چاہئے ،ایک ترجمہ ہے **افعل** اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے **لايقدر على هذا أحد سواك**، آپ کے علاوہ کسی کو اس پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے **لاتخيب رجاءنا**، ہماری امیدوں کو نا کام نہ فرما، ایک قول یہ ہے **اللهم أمنا بخير** اے اللہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ فرما اور کہا گیا ہے کہ آمین **طابع الله على عباده يدفع به عنهم الآفات**، آمین بندوں کے لیے اللہ کی ایک مہر ہے، جس سے آفات سے اللہ تعالیٰ بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آمین جنت میں ایک درجہ ہے، اس کو کہنے والا اس کا مستحق ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ آمین اللہ کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔

محققین اور جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے، ایک قول کے مطابق عبرانی لفظ ہے، ابو بکر وراقؒ نے کہا کہ یہ دعا اور رحمت کو نازل کرنے کی ایک طاقت ہے، اس کے علاوہ بھی کئی معانی بیان کئے گئے ہیں۔

آمین میں کئی لغات ہیں، سب سے زیادہ فصیح **آمِین** مد اور میم کی تشدید کے بغیر،

دوسری لغت أَمِيْن بغیر مد کے یہ دولغات مشہور ہیں، تیسری لغت آمین مد اور امالہ کے ساتھ، اس کو واحدیؒ نے حمزہ اور کسائی سے نقل کیا ہے، چوتھی لغت آمِّيْن مد اور میم کی تشدید کے ساتھ واحدی نے حسن اور حسین بن فضلؒ سے نقل کیا ہے، واحدی نے فرمایا کہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جو جعفر صادقؒ سے منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا: آمین کا معنی ہے **قاصدين نحوك ، وأنت أكرم من أن تخيب قاصداً نحوك** تیری جانب قصد کرتے ہیں، آپ کریم ہیں کہ کسی قاصد کو ناکام و نامراد نہیں کرتے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: چوتھی لغت انتہائی غریب ہے جس کو اکثر اہل لغت نے اغلاط العوام میں شمار کیا ہے، ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ جو شخص نماز میں اس لفظ کو کہے گا، اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

عربی دانوں نے کہا ہے کہ آمین کے آخر میں جزم دینا چاہئے کہ اس لیے کہ یہ آواز کے حکم میں ہے، اگر کوئی جزم نہ دے، **تو أين و كيف** میں آخر حرف پر نون کو فتح دینے کی طرح فتحہ دے دے، یہ مختصر کلام آمین سے متعلق ہے، آمین کے سلسلے میں میں نے مزید شواہد اور مزید اقوال ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں بیان کیا ہے۔

علماء نے فرمایا ہے: جہری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لیے آمین کہنا مستحب ہے۔

مقتدی بلند آواز سے آمین کہے گا یا نہیں؟

اس میں تین قول ہیں (۱) جہراً آمین کہے (۲) جہراً نہ کہے (۳) اگر مجمع زیادہ ہے، تو جہراً اور نہ سراً، پہلا قول اصح ہے (حنفیہ کے نزدیک آہستہ آمین کہنا افضل ہے، بدائع ۱ر ۴۸۳) مقتدی کی آمین امام کی آمین کے ساتھ ہو، نہ پہلے ہو، نہ بعد میں ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا قال الامام ''ولا الضالين ''فقولوا آمين ،فمن وافق تامينه، تامين الملائكة، غفر الله له ماتقدم من ذنبه.

جب امام ''ولا الضالین کہے، توتم آمین کہو، اس لیے کہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوجائے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

إذا أمن الامام، فأمنوا.

جب امام آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے، تو تم بھی آمین کہو۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا: نماز میں اس موقع کے علاوہ کوئی ایسا موقع نہیں ہے جس میں مقتدی کو امام کی موافقت کا حکم دیا گیا ہو، بقیہ تمام امور میں مقتدی امام سے پیچھے پیچھے رہے گا۔

فصل: سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے، سجدۂ تلاوت کے حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے؛ البتہ اس کے وجوب اور مستحب ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

جمہور سجدۂ تلاوت کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، یہ حضرت عمر بن خطابؓ، ابن عباسؓ، سلمان فارسیؓ اور عمران بن حصینؓ، امام مالکؒ، اوزاعیؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ، ابوثورؒ اور داؤدؒ کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: سجدۂ تلاوت واجب ہے

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝، وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ. (الانشقاق: ۲۰،۲۱)

سے استدلال کیا ہے

(انھیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے؟ جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے، تو سجدہ نہیں کرتے)

جمہور علماء نے استدلال کیا ہے حضرت عمرؓ کے اُس صحیح اثر سے جس کو امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ آپؓ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النمل پڑھی، جب سجدے کی آیت آئی، تو حضرت عمرؓ اور تمام حاضرین نے سجدہ کیا، پھر دوسرا جمعہ آیا، تو اسی سورت کو پڑھا اور جب آیتِ سجدہ پر پہنچے، تو فرمایا:

يأيها الناس إنما نمر بالسجود، فمن سجد، فقد اصاب، ومن لم يسجد

فلاإثم عليه. (رواہ البخاری)

اے لوگو! ہم آیات سجدہ سے گذرتے ہیں جو سجدہ کرے، اس نے اچھا کام کیا اور جس نے نہیں کیا، اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کا بھرے مجمع میں یہ قول وعمل اس کی کھلی دلیل ہے (احناف کے نزدیک وجوب علی التراخی ہے، حضرت عمرؓ اور دیگر لوگوں کا فوراً سجدہ نہ کرنا، دوسرے وقت میں سجدہ نہ کرنے کی نفی نہیں کرتا، لہٰذا یہ دلیل تام نہیں ہے، از مترجم)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اس آیت کا جواب جس کو امام ابوحنیفہؒ نے بطور دلیل پیش کی ہے، یہ ہے کہ اس آیت میں تکذیب کے طریقے پر سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت کی گئی جیسا کہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بل الذين كفروا يكذبون.

صحیحین میں حضرت زید بن ثابتؓ کی سند سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت کی اور (فوراً) سجدہ نہیں کیا اور صحیحین ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ واجب نہیں ہے۔ (فوراً واجب نہیں؛ بلکہ واجب علی التراخی ہے، البحر الرائق ۲/۲۱۰)

فصل: سجدۂ تلاوت کی تعداد

سجدۂ تلاوت کی تعداد جمہور اور امام شافعیؒ کے نزدیک چودہ ہے (۱) اعراف (۲) رعد (۳) نحل (۴) سبحان (اسراء) (۵) مریم (۶، ۷) حج میں دو سجدے (۸) فرقان (۹) نمل (۱۰) الم تنزیل (۱۱) حم سجدہ (۱۲) نجم (۱۳) إذا السماء انشقت (۱۴) اِقرأ باسم ربک، سورۂ صاد کا سجدہ مستحب ہے مؤکد نہیں ہے۔

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سورۂ ''صاد'' کا سجدہ مؤکد سجدوں میں نہیں ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں؛ لیکن ''سورۂ صاد کا سجدہ'' شامل ہے؛ البتہ ''سورۂ حج'' کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول ہیں، ایک قول امام شافعیؒ کے قول کے موافق اور دوسرے قول میں سورۂ صاد کے سجدے کو شامل فرمایا ہے اس اعتبار سے امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک پندرہ سجدے ہو گئے، یہی قول امام شافعیؒ کے اصحاب میں سے ابوالعباس بن شریح اور ابواسحاق مروزیؒ کا ہے۔

امام مالکؒ کے دو قول ہیں، ایک قول امام شافعیؒ کے قول کے مطابق ہے اور آپؒ کا مشہور قول گیارہ سجدوں کا ہے، **سورئہ نجم**، **إذا السماء انشقت** اور **إقرأ باسم ربك** کے سجدوں کو ساقط کر دیا ہے، یہ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم ہے، صحیح مذہب وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا اور صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

اب رہی بات مذکورہ سورتوں میں سجدے کی جگہ کے متعلق (سو عرض ہے) سورۂ اعراف میں آخری آیت ہے، سورۂ رعد میں **بالغدو والآصال**، سورۂ نحل میں **ویفعلون مایؤمرون**، سبحان الذی میں **ویزیدھم خشوعا**، سورۂ مریم میں **خروا سجدا وبکیا**، سورۂ حج میں پہلا سجدہ **إن الله یفعل مایشاء**، دوسرا سجدہ **وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون**، سورۂ فرقان میں **وزادھم نفورا**، سورۂ نمل میں **رب العرش العظیم**، سورۂ الم سجدہ میں **وھم لایستکبرون**، حم سجدہ میں **لایسأمون**، سورۂ نجم میں آخری آیت ہے، سورۂ **إذا السماء انشقت** میں **لایسجدون** اور سورۂ اقرأ میں آخری آیت ہے۔

موضع سجدہ میں کوئی قابل اعتبار اختلاف نہیں ہے؛ البتہ سورۂ حم سجدہ میں معمولی اختلاف ہے، امام شافعیؒ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک **محلِ سجدہ یسأمون** ہے، یہ سعید بن المسیبؒ، محمد بن سیرینؒ، ابووائل شقیق بن سلمۃؒ، سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہ، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

ابن المنذرؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ، حسن بصریؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ، ابراہیم نخعی، ابوصالح طلحۃ بن مصرف، زبید بن حارث، امام مالک اور لیث بن سعد رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ محل سجدہ **إن کنتم إیاہ تعبدون** ہے، شوافع کا یہ بھی ایک

قول ہے۔

علامہ بغویؒ نے ''التھذیب'' میں نقل کیا ہے کہ ابوالحسن علی بن سعید عبدریؒ نے اپنی کتاب ''الکفایۃ فی اختلاف الفقہاء'' میں ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک سورۂ نمل میں سجدہ ''**ویعلم ماتخفون وماتعلنون**'' پر ہے اور کہا کہ یہ اکثر فقہاء کا مذہب ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا: **رب العرش العظیم** ہے، عبدری نے جس بات کی نسبت اکثر فقہاء اور امام مالکؒ کی جانب کی ہے یہ غیر معروف اور نا قابل قبول ہے؛ بلکہ یہ قول غلط ہے، ہماری کتابوں میں صراحت موجود ہے کہ سجدہ رب العرش العظیم پر ہے۔

فصل: سجدۂ تلاوت نفل نماز کی طرح

سجدۂ تلاوت کے لیے حدث ونجاست سے پاکی صفائی، استقبال قبلہ، ستر عورت شرط ہے، جس طرح نفل نماز میں شرط ہے، لہذا جس کے بدن، یا کپڑے پر اتنی نجاست ہو کہ جس سے نماز جائز نہ ہو، تو اتنی نجاست سے سجدۂ تلاوت بھی جائز نہ ہوگا، نیز بے وضو کے لیے سجدہ تلاوت جائز نہیں ہے؛ البتہ تیمم کے جائز ہونے کی صورت میں تیمم سے سجدۂ تلاوت کرسکتا ہے، قبلہ رخ کئے بغیر سجدۂ تلاوت درست نہیں ہے؛ البتہ نفل نماز حالتِ سفر میں جس صورت میں جائز ہے، اس صورت میں سجدۂ تلاوت بھی جائز ہوگا، یہ تمام مسائل متفق علیہ ہیں۔

فصل: سورۂ صاد کے سجدے کے احکام

جب سورۂ صاد کے سجدۂ کی تلاوت کرے، تو جن حضرات نے کہا کہ یہ سجدۂ بھی دیگر سجدوں کی طرح مؤکد سجدوں میں ہے، ان کے نزدیک نماز میں تلاوت کرے، یا خارجِ نماز، ہر صورت میں سجدہ کرنا لازم ہوگا۔

امام شافعیؒ وغیرہ حضرات جنھوں نے اس سجدے کو عزائم اور مؤکد سجدوں میں شمار نہیں کیا ہے، ان کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خارجِ صلوۃ تلاوت کرے، تو سجدے کرنا مستحب ہے، اگر نماز میں تلاوت کرے، تو سجدہ نہ کرے۔

اگر کسی نے بھول کر، یا جہالت کی وجہ سے سجدہ کرلیا، تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی؛

البتہ سجدہ سہو لازم ہوگا ،اگر کسی نے عمداً سجدہ کیا ،تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گا ،اس لیے کہ اس نے نماز میں ایسی چیز کا اضافہ کیا جو نماز میں داخل نہیں ہے ،لہذا نماز فاسد ہوجائے گی ،جیسے نماز میں سجدۂ شکر ادا کرے ،تو بالاتفاق نماز فاسد ہوجاتی ہے ،بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی ،اس لیے کہ سجدے کو نماز کے ساتھ تعلق ہے۔

اگر امام نے سورۂ صاد میں سجدہ کیا ،مقتدی اس سجدے کا قائل نہیں ہے ،تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے؛ بلکہ کھڑے ہوکر امام کا انتظار کرے ،انتظار کرنے کی صورت میں کیا ایسے مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہے؟ اس میں دو قول ہیں ،اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہ کرے (احناف کے نزدیک سورۂ صاد کا سجدہ لازم ہے)۔

فصل: کن حضرات کے لیے سجدۂ تلاوت مسنون ہے

جان لیجئے! جو شخص وضو ،یا تیمم کے ساتھ آیتِ سجدے کی تلاوت کرے ،خواہ نماز میں ،یا نماز کے باہر ،اس کے لیے سجدۂ تلاوت مسنون ہے ،نیز اتفاقاً جس نے آیتِ سجدہ کو سنا ،اس کے لیے بھی مسنون ہے ؛البتہ جو شخص قصداً سنے ،اس کے لیے زیادہ مؤکد ہے ،یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

ہمارے اصحاب میں سے امام الحرمین نے فرمایا کہ اتفاقاً سننے والا سجدہ نہیں کرے گا ؛لیکن پہلا قول مشہور ہے۔

تلاوت کرنے والا نماز میں تلاوت کرے ،یا خارجِ نماز ،قاری سجدہ کرے یا نہ کرے ،سننے والے کے لیے سجدہ مسنون ہے ،یہی قول امام شافعیؒ کے اصحاب کے نزدیک مشہور ہے۔

جو نماز میں تلاوت کررہا ہے ،اس کی تلاوت سننے والا سجدہ نہ کرے ،صیدلانی نے کہا ہے: اگر قاری سجدہ نہ کرے ،تو سننے والے کے لیے بھی سجدہ مسنون نہیں ہے ؛لیکن قول اول صحیح ہے۔

قاری خواہ مسلمان ہو ،یا کافر ،بچہ ہو ،بالغ ،مرد ہو یا عورت اور باوضو ،یا بے وضو ،

ہر ایک کے لیے ایک ہی حکم ہے کہ سننے والے کے لیے سجدہ مسنون ہے، یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے اور امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (احناف کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے، البحرلرائق ۲/ ۲۱۰)

ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ کافر، بچہ، بے وضو اور نشے میں دھت شخص کی تلاوت سے سننے والے کے لیے سجدہ مسنون نہیں ہے، سلف کی ایک جماعت نے کہا کہ عورت کی تلاوت سے سجدہ مسنون نہیں ہے۔

ابن المنذر نے حضرت قتادہؒ، امام مالکؒ اور امام اسحاقؒ سے بھی نقل کیا ہے؛ لیکن صحیح قول وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا۔

فصل: صرف آیتِ سجدے کی تلاوت

سجدے کا اختصار کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آیت، یا دو آیتیں پڑھے، پھر آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، ابن المنذرؒ نے شعبی، حسن بصری، محمد بن سیرین، نخعی، احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہم اللہ سے اس صورت میں کراہت کا قول نقل کیا ہے، امام ابوحنیفہ، محمد بن حسن اور ابوثور رحمہم اللہ سے عدم کراہت کا قول نقل کیا ہے، ہمارے مذہب کا تقاضا بھی عدم کراہت ہے۔

فصل: نماز میں سجدۂ تلاوت سے متعلق چند مسائل

جب منفرد نماز پڑھ رہا ہو، تو اپنی تلاوت کا سجدہ کرے، اگر سجدۂ تلاوت ترک کر دیا اور رکوع کر دیا، اگر اب سجدۂ تلاوت کرنا چاہے، تو جائز نہیں ہے، اگر مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود سجدہ کر لیا، تو نماز باطل ہو جائے گی، اگر سجدۂ تلاوت کے لیے جھک گیا، پھر ارادہ بدل گیا اور قیام کی جانب لوٹ آیا، تو یہ جائز ہے۔

مصلی نماز کی حالت میں کسی دوسرے شخص کی تلاوت سنے خواہ وہ شخص نماز میں تلاوت کر رہا ہو، یا خارجِ نماز اس کی تلاوت کی وجہ سے سجدۂ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے، اگر مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود سجدہ کیا، تو نماز باطل ہو جائے گی۔

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو، اگر وہ امام ہو، تو اس کا حکم منفرد کا حکم ہے،

جب امام اپنی تلاوت کی وجہ سے سجدۂ تلاوت کرے، تو مقتدی پر بھی سجدۂ تلاوت لازم ہے۔

اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا، تو مقتدی کی نماز باطل ہوجائے گی، اگر امام نے سجدہ نہیں کیا، مقتدی نے سجدہ کرلیا، تو مقتدی کی نماز باطل ہوجائے گی؛ لیکن اس صورت میں (نماز میں آیتِ سجدے کی تلاوت کی اور سجدہ کرنا بھول گیا) نماز سے فراغت کے بعد سجدہ کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں ہے۔

امام نے سجدہ کیا، مقتدی کو علم نہیں ہوا؛ یہاں تک کہ امام سجدہ سے سر اٹھالیا، پھر مقتدی کو پتہ چلا، تو اس مقتدی کو معذور سمجھا جائے گا؛ لیکن دوبارہ اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اگر امام ابھی سجدہ ہی میں ہے، اب اس کو پتہ چلا، تو فوراً سجدہ کرنا لازم ہوگا، اگر اس نے فوراً سجدے کے لیے جھکا؛ لیکن امام نے سر سجدہ سے اٹھالیا، تو اب اس کے لیے سجدہ جائز نہیں ہوگا، اسی طریقے سے وہ کمزور وضعیف شخص جو امام کے ساتھ سجدے کے لیے جھکا؛ لیکن امام نے جلدی سے سجدہ کرلیا اور اس کے سجدے میں جانے سے پہلے ہی امام نے سجدے سے سر اٹھالیا، تو اب اس آدمی کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے۔

(احناف کے نزدیک بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا اور اس کو ادا نہ کرسکے، تو اس کو نماز میں یا نماز کے باہر ادا نہیں کیا جاسکتا، ھدایہ ۱/ ۱۶۳)

اگر مصلی مقتدی ہو، تو اس کے لیے اپنی قراءت، یا امام کے علاوہ کسی بھی دوسرے شخص کی قراءت کی وجہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کے علاوہ کسی کی آیتِ سجدہ کی تلاوت کی وجہ سے سجدہ کرے، تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی، نیز مقتدی کے لیے امام کے علاوہ کسی دوسرے کی قراءت سننا، یا خود مقتدی کا آیتِ سجدہ کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

فصل: سجدۂ تلاوت کا وقت

علماء نے فرمایا ہے: جب آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، یا سنے، تو فوراً سجدہ کرلے، اگر فوراً سجدہ نہیں کیا ہے، تو اگر وقفہ زیادہ نہیں گذرا ہے، تب بھی سجدہ کرسکتا ہے۔

اگر تلاوت کا وقفہ زیادہ ہوجائے، تو سجدے کا وقت فوت ہوگیا، صحیح مذہب و مشہور قول کے مطابق اس کی قضاء نہیں ہے، جیسا کہ صلوۃ الکسوف کی قضا نہیں ہے، ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: اس کی قضا کرے، جیسا کہ سنن راتبہ کی قضا کرتا ہے، جیسے فجر اور ظہر وغیرہ کی سنتوں کی قضا کرتا ہے (احناف کے نزدیک سجدۂ تلاوت چوں کہ واجب علی التراخی ہے، لہذا اس کا کوئی وقت مقرر نہیں، ساری زندگی اس کی ادائیگی کا وقت ہے؛ لیکن جلد ادا کرنا مستحب ہے، البحر الرائق ۲/۲۱۰)

اگر کوئی آیتِ سجدہ کی تلاوت کرنے والا، یا سننے والا بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت کی، یا سنا، اگر اس نے جلد وضو کیا، تو سجدہ کر لے، اگر لمبا وقت گذر جائے، تو راجح و پسندیدہ مذہب کے مطابق سجدہ نہ کرے۔

امام بغویؒ نے فرمایا: سجدہ کر سکتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص نماز میں مشغول ہے، اذان ہوگئی، تو نماز سے فراغت کے بعد اذان کا جواب دے سکتا ہے، وقفہ کا لمبا اور مختصر ہونا، یہ عرف کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم

فصل: ایک مجلس میں متعدد آیاتِ سجدہ کی تلاوت اور متعدد مجلسوں میں ایک آیتِ سجدے کی تلاوت

قاری جب تمام آیاتِ سجدہ، یا بعض مختلف آیاتِ سجدہ کی تلاوت ایک مجلس میں کرے، تو بالاتفاق تمام سجدوں کو ادا کرے گا، اگر ایک ہی آیتِ سجدہ کو مختلف مجلسوں میں متعدد بار تلاوت کرے، تو بالاتفاق ہر ایک کے لیے علاحدہ سجدہ کرے گا۔

اگر ایک آیتِ سجدہ کو ایک ہی مجلس میں متعدد بار تلاوت کیا، اگر تلاوت کے اختتام میں سجدہ کیا، تو ایک ہی سجدہ تمام کی طرف سے کافی ہوجائے گا، اگر اس نے پہلی مرتبہ پڑھنے پر سجدہ کرلیا، تو اب کیا کرے؟ اس میں تین قول ہیں (۱) اصح قول یہ ہے کہ ہر مرتبہ کے لیے الگ الگ سجدہ کرے، اس لیے کہ پہلا سجدہ کر لینے کے بعد دوبارہ اس نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی ہے، یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے (ھدایہ ۱/۱۶۴) نیز بعد میں کیا جانے والا سجدہ اپنے ماقبل کے لیے کافی ہوگا، پہلے کیا جانے والا سجدہ مابعد کے لیے کافی نہ ہوگا)

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ تمام کی طرف سے پہلا والا سجدہ کافی ہے، یہ ابن سریج اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے، ہمارے اصحاب میں سے ''صاحب عدۃ'' نے فرمایا: اسی قول پرفتوی ہے، شیخ نصر مقدسی نے ہمارے اصحاب میں سے اسی کواختیار کیا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اگر پہلے سجدے کا وقفہ زیادہ طویل نہ ہوا ہو، تو سجدہ کرے ورنہ سجدہ نہ کرے۔

اگر ایک ہی رکعت میں ایک ہی آیتِ سجدہ کئی بار تلاوت کرے، تو ایک مجلس کے حکم میں ہے، تو اس میں مذکورہ تین اقوال جاری ہوں گے، اگر دو رکعت میں تلاوت کرے، تو دو مختلف مجلسوں کے حکم میں ہے، بالاتفاق سجدہ دو مرتبہ کرے۔

فصل: آیات سجدہ کی تلاوت سواری پر کرے، تو سجدہ کہاں کرے؟

اگر آیتِ سجدہ کی تلاوت سواری پر کرے، تو سواری پر اشارہ سے سجدہ کرسکتا ہے، یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام احمد، امام زفر اور امام داؤد رحمہم اللہ کا مذہب ہے، بعض احناف نے کہا کہ سواری پر سجدہ نہ کرے، صحیح مذہب جمہور کا ہے، جو شخص حالتِ حضر میں دابۃ (بس، کار، وغیرہ) پر تلاوت کرے، تو اس کو دابہ پر اشارے سے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فصل: سورۂ فاتحہ سے پہلے آیت سجدہ کی تلاوت

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ سے پہلے آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، تو بھی بالاتفاق سجدہ کرے، اگر کوئی شخص رکوع، یا سجدے کی حالت میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، تو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ محلِ قراءت قیام ہے۔

اگر کسی نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی، سجدے میں جانے کے لیے جھک گیا، پھر شک ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ پڑھا کہ نہیں، تو وہ اولاً سجدۂ تلاوت سے فارغ ہوجائے، بعد ازاں سورۂ فاتحہ پڑھ لے، اس لیے کہ سجدۂ تلاوت کو (نماز میں) مؤخر نہیں کیا جاسکتا۔

فصل: آیتِ سجدے کے ترجمہ سے سجدہ واجب نہیں

کوئی غیر عربی زبان میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، تو ہمارے نزدیک سجدہ نہیں

ہے، جیسا کہ آیتِ سجدہ کی تفسیر پر سجدہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ سجدہ کرے۔ (حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے، البحر الرائق ۲/۱۱۱)۔

فصل: سامع قاری کے ساتھ کس طرح سجدہ کرے

آیتِ سجدہ کو سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ اگر سجدہ کرے، تو سننے والا نہ اقتداء کی نیت کرے گا، نہ قاری کے ساتھ اس کا کسی قسم کا تعلق ہوگا، نیز قاری سے پہلے اس کو سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی ہوگی۔

فصل: نماز میں آیتِ سجدہ کی تلاوت مکروہ نہیں

ہمارے نزدیک امام کے لیے آیتِ سجدہ کی تلاوت مکروہ نہیں ہے، خواہ نماز سری ہو، یا جہری، جب آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، تو سجدۂ تلاوت بھی کرے۔

امام مالکؒ نے فرمایا: نماز میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کرنا مطلقاً مکروہ ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا سری نماز میں مکروہ ہے، جہری میں جائز ہے۔ (البحر الرائق ۲/ ۲۱۲)۔

فصل: مکروہ اوقات میں آیتِ سجدہ کی تلاوت مکروہ نہیں

ہمارے نزدیک مکروہ اوقات میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں ہے، شعبی، حسن بصری، سالم بن عبید، قاسم، عطا، عکرمہ، ابوحنیفہ، اصحاب رائے اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے مکروہ اوقات میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کو مکروہ کہا ہے، جن میں عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن المسیبؒ، ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ، اسحاقؒ اور ابوثورؒ ہیں۔

فصل: رکوع، سجدہ کے قائم مقام نہیں ہوسکتا

حالتِ اختیار میں رکوع سجدۂ تلاوت کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، یہی ہمارا اور جمہور سلف وخلف کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: رکوع سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہوسکتا ہے (حالت صلوۃ میں رکوع سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہوسکتا ہے، البحر الرائق ۲/۲۱۶)

جمہور نے سجدۂ تلاوت کو سجدۂ صلوۃ پر قیاس کیا ہے، جو شخص سجدہ کرنے سے عاجز

ہو، وہ سجدے کا اشارہ کرنے کی طرح سجدۂ تلاوت بھی ادا کرے۔

فصل: سجدۂ تلاوت کا طریقے

سجدہ کرنے والے کی دو حالتیں ہیں، ایک حالت خارجِ صلوۃ ہے، دوسری داخلِ صلوۃ ہے، اگر خارجِ صلوۃ ہو، سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ارادہ کرے، تو اولاً سجدۂ تلاوت کی نیت کرے، تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے مونڈھوں تک ہاتھوں کو اٹھائے جیسا کہ نماز کی تکبیر تحریمہ میں اٹھاتا ہے، پھر سجدے میں جانے کے لیے رفع یدین کے بغیر تکبیر کہے، یہ تکبیر مستحب ہے، شرط نہیں ہے، پہلی تکبیر تکبیر تحریمہ ہے۔

اس میں ہمارے اصحاب کے تین قول ہیں، سب سے راجح اور اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ رکن ہے، اس کے بغیر سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تکبیر مستحب ہے، اگر کوئی اس کو چھوڑ دے، تو سجدہ ادا ہو جائے گا، یہ شیخ ابو محمد جوینیؒ کا قول ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اگر تلاوت کرنے والا کھڑا ہوا ہو، تو کھڑے ہونے کی حالت ہی میں تکبیر کہے، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے، اگر تلاوت کرنے والا بیٹھا ہوا، تو ہمارے اصحاب نے فرمایا: مستحب یہ ہے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے، جیسا کہ کھڑے ہونے کی حالت میں کرتا ہے، اس کی دلیل سجدۂ تلاوت کی تکبیر تحریمہ اور سجدۂ تلاوت نماز کی تکبیر تحریمہ اور سجدے کی طرح ہیں، جن لوگوں نے اس طریقے کو قطعیت کے ساتھ بیان کیا ہے، ان میں ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی، قاضی حسین، آپ کے دو تلامذہ صاحب ''التتمہ'' صاحب ''التھذیب'' اور امام محقق ابو القاسم رافعی رحمہم اللہ ہیں۔

امام الحرمینؒ نے اپنے والد سے اس کو نقل فرما کر اس قول کا رد کیا ہے اور فرمایا کہ اس کی کوئی اصل مجھے نہیں ملی، نہ ہی اس کا کوئی ذکر مجھے ملا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: جو بات امام الحرمین فرمائی ہے وہی ظاہر ہے، اس لیے کہ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے، نہ سلف میں سے ائمہء متبوعین

سے کچھ منقول ہے، نیز ہمارے جمہور اصحاب نے اس کو چھیڑا بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

جب سجدۂ تلاوت کرے، تو سجدے کے آداب، سجدے کی ہیئت، تسبیح وغیرہ کا لحاظ رکھے، سجدے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مونڈھوں کے برابر میں رکھے، اپنی انگلیوں کو جوڑ کر قبلے کی طرف رکھے اور ہاتھوں کو آستین سے نکال لے، اپنی کہنیوں کو بازؤں سے اور پیٹ کو رانوں سے علاحدہ رکھے۔

اگر عورت ہو، تو ان چیزوں کو علاحدہ نہ رکھے؛ بلکہ ملا کر رکھے، پیشانی اور ناک کو زمین پر جما کر اطمینان سے سجدہ کرے۔

سجدۂ تلاوت میں وہی تسبیح پڑھے جو نماز کے سجدے میں پڑھتا ہے، تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

أَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ ، وَبِكَ آمَنْتُ ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ ، وَصَوَّرَهُ ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ ، وَقُوَّتِهٖ ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ.

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا، تجھ ہی پر ایمان لے آیا اور تیری اطاعت کی، میری ذات نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا، اس نے اس کی شکل بنائی اور اس کو سننے اور دیکھنے کی قوت محض اپنی طاقت سے عطا کیا۔

نیز یہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ.

یہ سب وہ دعائیں ہیں جنھیں نمازوں میں مصلی پڑھتے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ یہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے:

أَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا ، وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا ، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا ، إِقْبَلْهَا مِنِّيْ كَمَا قَبِلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ.

اے اللہ! اس سجدے کے عوض مجھے اپنے پاس اجر عطا فرما اور اس سجدے کو میرے لیے اپنے نزدیک ذخیرے کا سبب بنا، اس سجدے کی وجہ سے میرے گناہ معاف فرما اور اس سجدے کو مجھ سے قبول فرما جیسا کے تو نے اپنے بندے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبول فرمایا۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: یہ دعا سورۂ ''صادؔ'' کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیئے۔

استاذ اسماعیل ضریرؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ سجدۂ تلاوت میں **سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا** پڑھنا پسند کرتے ہیں۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ سے یہ نقل بہت عجیب ہے؛ البتہ بہت اچھی ہے، اس لیے کہ ظاہرِ قرآن کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سجدے میں صاحبِ کلام کی تعریف کی جائے، لہٰذا مستحب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت میں ان تمام اذکار کو جمع کیا جائے اور دنیا اور آخرت کی ضرورتوں کو طلب کیا جائے۔

اگر کچھ دعائیں بھی پڑھ لے، تو اصل تسبیح حاصل ہو جائے گی، اگر کسی نے بالکل تسبیح نہیں پڑھی، تو بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا جیسا کہ سجدۂ صلوۃ ادا ہو جاتا ہے، جب تسبیح اور دعا سے فارغ ہو جائے، تو تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے۔

فصل: سجدۂ تلاوت کے لیے سلام ضروری ہے؟

اس سلسلے میں امام شافعیؒ سے دو قول مشہور ہیں، جمہور شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ سلام بھی پھیرے، اس لیے کہ سلام تکبیر تحریمہ سے نکلنے کے لیے ضروری ہے۔

نیز صلوۃ الجنازہ میں سلام پھیرنے کے طرح، یہاں بھی سلام پھیرے، اس قول کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ جب آپؐ سجدۂ تلاوت ادا کرتے، تو سلام بھی پھیرا کرتے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کے لیے نماز کے سجدے کی طرح سلام کی ضرورت نہیں ہے، نیز اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی منقول نہیں ہے۔ (احناف کا مذہب یہ ہے کہ صرف دو تکبیر کے درمیان کھڑے ہو کر سجدہ کرنا مستحب ہے، البحر الرائق ۲/ ۲۲۳)

پہلے قول کے مطابق سلام کے لیے تشہد کی بھی ضرورت ہے؟ اصح قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کے لیے تشہد کی ضرورت نہیں ہے، جس طرح قیام کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ سلام کے ساتھ تشہد پڑھنے میں تین قول ہیں، اصح قول یہ ہے کہ سلام ضروری ہے، تشہد کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں کی ضرورت نہیں ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں ضروری ہیں۔

سلف میں سے محمد بن سیرین، ابو عبد الرحمن سلمی، ابو الاحوص، ابو قلابہ اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے سلام کو مستحب کہا ہے۔

جو حضرات سلام کے قائل نہیں ہیں، ان میں حسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، یحی بن وثاب اور امام احمد اللہ ہیں (احناف کا یہی مذہب ہے) یہ ساری تفصیلات خارجِ صلوۃ سجدہ کرنے سے متعلق ہیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ نماز میں سجدۂ تلاوت کرے، تو اس صورت میں تکبیرِ تحریمہ کہے؛ البتہ سجدے کی تکبیر کہنا مستحب ہے، نیز اس وقت رفعِ یدین نہ کرے اور سجدے سے سر اٹھانے کے لیے تکبیر کہے، یہی بات مشہور ہے جمہور اسی کے قائل ہیں، ہمارے اصحاب میں سے ابو علی بن ابی ہیرہ نے کہا کہ سجدے میں جانے کے لیے اور سجدے سے سر اٹھانے کے کئے تکبیر نہ کہے؛ لیکن پہلا قول معروف ہے، یہ صحیح اور مشہور قول ہے جس کے جمہور قائل ہیں۔

سجدے کا طریقہ اور تسبیح وغیرہ آداب خارجِ صلوۃ میں گذر گئے ہیں؛ البتہ اگر امام سجدہ کرے، تو لمبی تسبیحات نہیں پڑھنی چاہئے، اگر مقتدی حضرات اس کے لیے بشاشت سے تیار ہوں اور برداشت کر لیتے ہیں، تو گنجائش ہے۔

نیز سجدۂ تلاوت کے بعد جلسۂ استراحت نہ کرے؛ بلکہ سیدھے کھڑے ہوجائے، یہ اتفاقی مسئلہ ہے، نیز یہ ایک عجیب مسئلہ ہے جس کی صراحت بہت کم لوگوں نے کی ہے، جن لوگوں نے اس مسئلے کی صراحت کی ہے، ان میں قاضی حسین، علامہ بغوی اور امام رافعی رحمہم اللہ ہیں۔

یہ سجدۂ صلوۃ کے برخلاف ہے، سجدۂ صلوۃ میں امام شافعیؒ کے راجح قول کے مطابق صحیح احادیث کی روشنی میں ہر نماز کی پہلی اور چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کے

بعد جلسۂ استراحت مستحب ہے، (احناف کے نزدیک بلا عذر مکروہ ہے، ردالمحتار ۲/۲۴۱)

جب سجدۂ تلاوت سے سر اٹھائے، تو سیدھے کھڑا ہونا ضروری ہے، پھر کچھ تلاوت کرنے کے بعد رکوع کرے، یا سیدھے کھڑے ہوکر کچھ دیر بعد قراءت کے بغیر رکوع کرے، یہ بھی جائز ہے۔

فصل: تلاوت کے لیے افضل وقت

سب سے افضل تلاوت وہ ہے جو نماز میں کی جائے، امام شافعیؒ وغیرہ حضراتِ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں لمبی قراءت سے رکعت لمبی کرنا افضل ہے، نماز کے علاوہ اوقات میں سب سے افضل تلاوت رات کی تلاوت ہے، رات کے نصف آخر کی تلاوت نصف اول کی تلاوت سے افضل ہے، مغرب وعشاء کے درمیان تلاوت پسندیدہ ہے، دن میں سب سے افضل تلاوت فجر کے بعد ایسے وقت میں تلاوت افضل ہے جو مکروہ نہ ہو۔

ابن ابی داوٗدؒ نے اپنے مشائخ کا قول نقل کیا ہے کہ عصر کے بعد تلاوت کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ یہ یہود کے پڑھنے کا وقت ہے، یہ بات درست نہیں، نیز اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

ایام کے اعتبار سے جمعہ، پیر، جمعرات کے دن اور عرفہ کے دن تلاوت کرنا افضل ہے، عشروں کے اعتبار سے رمضان کا آخری عشرہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں تلاوت کرنا افضل ہے اور مہینوں کے اعتبار سے رمضان کا اخیر عشرہ افضل ہے۔

فصل: قراءت میں غلطی بتانے کا طریقہ

جب تلاوت کرنے والا اٹک جائے، جہاں تک تلاوت کی ہے، اس کے بعد کی آیت، یا آیت کا کوئی ٹکڑا یاد نہ آئے، وہ کسی سے پوچھے، تو جواب دینے والے کو چاہئے کہ ادب کے ساتھ جواب دے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابراہیم نخعیؒ اور بشیر بن ابو مسعودؒ سے منقول ہے، ان حضرات نے فرمایا: جب تم سے کوئی شخص قرآن پاک کی کسی آیت کے متعلق معلوم کرے، تو اس کو پڑھ کر سنادے، پھر خاموش ہوجائے، ادھر ادھر کے سوالات نہ کرے، اس لیے کہ اِس سے قاری کو التباس واشتباہ ہوجاتا ہے۔

فصل: جب آیت سے استدلال کرے، تو کیسے جملے استعمال کرے

جب آیت سے استدلال کرے، تو یوں کہے: **إن اللہ تعالیٰ قال** (اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا)، یا یوں کہے: **إن اللہ تعالیٰ یقول** (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) ان الفاظ میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے، یہی صحیح راجح مذہب ہے، سلف وخلف اس کے قائل ہیں؛ البتہ ابن ابی داؤد نے مشہور تابعی مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لاتقولوا: إن اللہ تعالیٰ یقول، ولکن قولوا: إن اللہ تعالیٰ قال.

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: مت کہو؛ بلکہ یوں کہو: اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: حضرت مطرف بن عبداللہؓ نے جس بات پر نکیر کی ہے، قرآن، سنت، صحابہ اور تابعین کے عمل کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ. (الاحزاب: ۴)

اللہ تعالیٰ حق بیان فرماتے ہیں اور سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یقول اللہ سبحانہ تعالیٰ: من جاء بالحسنۃ، فلہ عشر أمثالها.

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص نیکی لے کر آئے گا، اس کو اس کی نیکی سے دس گنا زائد اجر ملے گا۔

صحیح بخاری میں "**لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون**" کی تفسیر میں ہے، حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا ہے:

یارسول اللہ! إن اللہ تعالیٰ یقول: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ.

(آل عمران: ۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ابوطلحہؓ کا یہ کلام ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت مسروقؒ نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: **ألم يقل الله تعالىٰ؟ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ**. (التکویر:۲۳)

حضرت عائشہؓ فرمایا:

ألم تسمع أن الله تعالىٰ يقول: لاتدركه الابصار، وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ، (الأنعام:۱۰۳) **أولم تسمع أن الله تعالىٰ يقول: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ**. (الشوریٰ:۵۱)

نیز اسی حدیث میں آگے فرمایا:

و الله تعالىٰ يقول. يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ. (المائدة:۶۷) پھر کہا، **و الله تعالىٰ يقول: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ**. (النمل:۶۵)

ان جیسے کلمات کا استعمال سلف وخلف کے کلام میں بکثرت موجود ہے۔(حضرت عائشہؓ اور دیگر حضرات کے کلام میں یہ الفاظ ماضی ومضارع دونوں کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں، لہذا ان الفاظ کا استعمال درست ہے)

فصل: ختم قرآن اوراس سے متعلقہ امور

اس فصل میں چند مسائل ہیں

(۱) **پہلا مسئلہ:** قرآن پاک کے ختم کا وقت، یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ اگر تنہا تلاوت کرنے والا ختم کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے بہتر وقت نماز کی حالت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ فجر کی سنت، یا مغرب کی سنت میں ختم کرنا افضل ہے، فجر کی سنت مغرب کی سنت سے افضل ہے۔

نیز ایک دور شروع دن میں اور ایک دور شروع رات میں ختم کرنا مستحب ہے، جو لوگ نماز سے باہر، یا اجتماعی اعتبار سے ختم کرتے ہیں، ان کے لیے بھی شروع دن میں، یا شروع رات میں ختم کرنا مستحب ہے اور بعض علماء کے نزدیک شروع دن افضل ہے۔

(۲) **دوسرا مسئلہ:** جس دن قرآن پاک کا ختم ہو، اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے؛ الا یہ کہ وہ دن ان دنوں میں سے نہ ہو جس میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہو۔

ابن ابی داؤدؒ نے حضرت مطرف، حبیب بن ابی ثابت اور مسیب بن رافع رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ کوفی تابعین حضرات جس دن قرآن پاک ختم کرنے کا ارادہ کرتے، اس دن روزہ رکھا کرتے۔

(۳) **تیسرا مسئلہ**: ختم قرآن کی مجلس میں حاضر ہونا مستحب ہے۔

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حائضہ عورتوں کو عیدین میں شرکت کا حکم دیتے؛ تا کہ مسلمانوں کی نماز اور دعا میں شریک ہو سکیں۔

(فتنوں کی وجہ سے متأخرین فقہاء نے عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں آنے سے منع فرمایا ہے، متعدد صحابہ کرامؓ کے آثار اس پر حجت ہیں: از مترجم)

امام دارمیؒ اور ابن ابی داؤدؒ نے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک شخص کو اِس بات کی ذمہ داری دی تھی کہ وہ قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی نگرانی کرے، جب قرآن مکمل ہو جائے، تو حضرت ابن عباسؓ کو بتائے؛ تا کہ اس مجلس میں شرکت کر سکیں۔

ابن ابی داؤد نے دو صحیح سندوں سے حضرت انسؓ کے تلمیذ خاص حضرت قتادہؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: حضرت انسؓ جب قرآن پاک ختم فرماتے، تو اپنے گھر والوں کو جمع فرماتے اور دعا کرتے۔

ابن ابی داؤد نے کئی صحیح سندوں سے حکم بن عتبہ جلیل القدر تابعیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپؒ نے فرمایا: حضرت مجاہدؒ اور عتبہ بن ابی لبابہؒ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ ہم نے قرآن ختم کرنے کا ارداہ کیا ہے، اس لیے تمھیں بلا بھیجا ہے اور ختم قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔

بعض صحیح روایات میں (ابن ابی داؤد کی) ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

کانوا یجتمعون عند ختم القرآن، یقولون تنزل الرحمة.

وہ حضرات (تابعین) ختم قرآن کے موقع پر جمع ہوتے تھے اور کہتے تھے، رحمت

نازل ہوتی ہے۔

(۴) **چوتھا مسئلہ:** ختم قرآن کے وقت دعا کرنا مستحب ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، امام دارمی نے حمید اعرجؒ سے نقل کیا ہے، آپؒ نے فرمایا: جو آدمی ختم قرآن کے موقع پر دعا کرتا ہے، اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں، لہٰذا چاہیے کہ دعا میں الحاح وزاری کرے، اہم ضروریات کو طلب کرے، ائمہ مسلمین اور تمام ذمہ داروں کی صلاح وفلاح کے لیے دعا کرے۔

امام حاکم ابوعبداللہ نیساپوریؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ قرآن مجید ختم فرماتے، تو آپ کی اکثر دعا عام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لیے ہوتی تھی، اسی طرح دیگر اکابر سے بھی یہ بات منقول ہے۔

تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد جامع دعائیں مانگے جیسے:

أَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ قُلُوْبَنَا ،وَأَزِلْ عُيُوْبَنَا، وَتَوَلَّنَا بِالْحُسْنٰى، وَزَيِّنَا بِالتَّقْوٰى، وَاجْمَعْ لَنَا خَيْرَ الْآخِرَةِ وَالْأُوْلٰى، وَارْزُقْنَا طَاعَتَكَ مَا أَبْقَيْتَنَا.

اے اللہ! ہمارے دلوں کی اصلاح فرما، ہمارے عیوب کو دور فرما، ہمارے لیے بھلائی کی ذمہ داری قبول فرما، ہمیں تقوی سے آراستہ فرما، ہمارے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی کو جمع فرما، جب تک ہمیں زندہ رکھے، اطاعت کی توفیق عطا فرما۔

أَللّٰهُمَّ يَسِّرِ الْيُسْرٰى لَنَا، وَجَنِّبِ الْعُسْرٰى ،وَأَعِذْ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ،وَأَعِذْنَا مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ،وَفِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

اے اللہ! ہمارے لیے جنت کو آسان فرما، ہمارے لیے جہنم کو دور فرما، ہمیں اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے حفاظت نصیب فرما، جہنم اور عذاب قبر سے پناہ نصیب فرما، زندگی، موت اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ نصیب فرما۔

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ ،وَالْغِنٰى.

اے اللہ! ہم آپ سے ہدایت، تقوی، پاکدامنی اور وسعت کا سوال کرتے ہیں۔

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَوْدِعُكَ أَدْيَانَنَا، وَأَبْدَانَنَا، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِنَا، وَأَنْفُسَنَا، وَأَهْلِيْنَا

وَأَحْيَائِنَا،وَسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ،وَجَمِيعَ مَاأَنْعَمْتَ عَلَيْنَا، وَعَلَيْهِمْ مِنْ أُمُوْرِ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا.

اے اللہ! ہمارے دین، ہمارے جسم، ہمارے خواتم عمل، ہماری جانیں، ہمارے اہل، ہمارے زندہ لوگ، تمام مسلمان اور ہم پر اور تمام مسلمانوں پر جو نعمتیں آپ نے ہمیں دنیا و آخرت کی عطا فرمائی ہیں، ہم ان سب کو آپ کے پاس امانت رکھتے ہیں۔

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ،وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا،وَالْآخِرَةِ.

اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت میں عفو اور عافیت نصیب فرما۔

واجمع بيننا وبين أحبابنا في دار كرامتك بفضلك، ورحمتك.

اے اللہ! ہمیں اور ہمارے احباب کو اپنے فضل اور رحمت سے اپنے عزت کے گھر میں جمع فرما۔

أَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ وُلَاةَ الْمُسْلِمِيْنَ،وَوَفِّقْهُمْ لِلْعَدْلِ فِي رِعَايَاهُمْ، وَالإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ ،وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِم،وَالرِّفْقِ بِهِمْ وَالْإِعْتِنَاء بِمَصَالِحِهِمْ ،وَحَبِّبْهُمْ اِلَى الرَّعِيَّةِ،وَحَبِّبِ الرَّعِيَّةَ إِلَيْهِمْ، وَوَفِّقْهِمْ لِصِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْمِ، وَالْعَمَلِ بِوَظَائِفِ دِيْنِكَ الْقَوِيْمِ.

اے اللہ! مسلمانوں کے ذمہ دار و حکام کی اصلاح فرما، انھیں اپنی رعایا کے ساتھ انصاف، احسان، ان کے ساتھ شفقت و نرمی کا معاملہ کرنے اور رعایا کی مصلحتوں کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرما، ذمہ داروں کی محبت رعایا کے دلوں میں اور رعایا کی محبت ذمہ داروں کے دلوں میں پیدا فرما، انھیں سیدھی راہ چلنے اور آپ کے دینِ قویم کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

أَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِعَبْدِكَ سُلْطَانِنَا،وَوَفِّقْهُ لِمَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ،وَحَبِّبْهُ إِلَى رَعِيَّتِهِ،وَحَبِّبِ الرَّعِيَّةَ إِلَيْهِ.

اے اللہ! اپنے بندے ہمارے ولی عہد کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرما، دنیا و آخرت کے تمام مصالح کی توفیق عطا فرما، ولی عہد کو رعایا کا محبوب بنا اور رعایا کو ولی عہد کا محبوب بنا۔

باقی دعاؤں میں ان چیزوں کا اضافہ کرے:

أَللّٰهُمَّ ارْحَمْ نَفْسَهُ وَبِلَادَهُ ،وَصُنْ أَتْبَاعَهُ،وَأَجْنَادَهُ ،وَانْصُرْ عَلٰى أَعْدَاء الدِّيْنِ وَسَائِرِ الْمُخَالِفِيْنَ.

اے اللہ! اس پر رحم فرما ! اس کے شہروں پر رحم فرما ،اس کے متبعین اورفوج کی حفاظت فرما، دین کے دشموں اور مخالفین کے خلاف اس کی مدد فرما۔

وَوَفِّقْهُ لِإِزَالَةِ الْمُنْكَرَاتِ ،وَإِظْهَارِ الْمَحَاسِنِ،وَأَنْوَاعِ الْخَيْرَاتِ.

اس کومنکرات کے ازالے کی اور خیر وبھلائی کو عام کرنے کی توفیق عطا فرما۔

وَزِدِالْاِسْلَامَ بِسَبَبِهِ ظُهُوْرًا ،وَأَعِزَّهُ ،وَرَعِيَّتَهُ إِعْزَازًا بَاهِرًا.

اس کے ذریعے اسلام کے ظہور میں ترقی نصیب فرما، ولی عہد کو اور اس کی رعایا کو بہترین اعزاز نصیب فرما۔

أَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ أَحْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ ،وَأَرْخِصْ أَسْعَارَهُمْ ،وَآمِنْهُمْ فِي أَوْطَانِهِمْ وَاقْضِ دُيُوْنَهُمْ وَعَافِ مَرْضٰهُم.

اے اللہ! مسلمان کے حالات کو درست فرما، قیمتوں کو ارزاں فرما، مسلمانوں کے ملکوں میں امن نصیب فرما، ان کے قرضوں کوادا فرمااوران کے بیماروں کوصحت نصیب فرما۔

وَانْصر جيوشهم ،وسلم غيابهم ،وفك أسرهم ،واشف صدورهم ، وأذهب غيظ قلوبهم،وألف بينهم ،واجعل فى قلوبهم الايمان والحكمة ، وثبتهم على ملة رسولك،وأوزعهم أن يوفوا بعهدك الذى عاهدتهم عليه.

اے اللہ ! ان کے لشکروں کی مدد فرما، ان کے غائبین کوسلامتی عطا فرما، ان کے قیدیوں کو رہا فرما، ان کے دلوں میں سکون نصیب فرما، ان کے دلوں کے غصے کو دور فرما ،مسلمانوں میں الفت پیدا فرما، ان کے دلوں میں ایمان وحکمت پیدا فرما، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر استقامت نصیب فرما، اے اللہ! انھیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا تو نے ان سے عہد لیا ہے۔

وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ،إِلٰهَ الْحَقِّ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

اے اللہ! ان کے دشمنوں اور تیرے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما، اے معبود برحق! ہمیں بھی ان میں شامل فرما۔

أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ آمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ فَاعِلِيْنَ بِهٖ، نَاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ مُجْتَنِبِيْنَ لَهٗ، مُحَافِظِيْنَ عَلٰى حُدُوْدِكَ، قَائِمِيْنَ عَلٰى طَاعَتِكَ، مُتَنَاصِفِيْنَ مُتَنَاصِحِيْنَ.

اے اللہ! مسلمانوں کو نیکی کرتے ہوئے نیکیوں کو کا حکم کرنے والا، برائی سے بچتے ہوئے برائیوں سے روکنے والا بنا، تیری حدود کی حفاظت کرنے والا، تیری طاعت پر قائم رہنے والا، آپس میں انصاف اور خیر خواہی کرنے والا بنا۔

أَللّٰهُمَّ صُنْهُمْ فِي أَقْوَالِهِمْ، وَأَفْعَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي جَمِيْعِ أَحْوَالِهِم.

اے اللہ! مسلمانوں کی اقوال وافعال کے اعتبار سے حفاظت فرما اور ان کے تمام حالات میں ان کے لیے برکت عطا فرما۔

دعا کرنے والے کو چاہئے کہ اپنی دعا کو

الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَمْدًا يُوَافِيْ نِعَمَهٗ وَيُكَافِيْ مَزِيْدَهٗ سے شروع کرے اور ان ہی کلمات پر ختم کرے۔

اللهم صل وسلم على سيدنا محمد، وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم، وعلى آل إبراهيم، إنك حميد مجيد، وبارك على محمد، وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم، وعلى آل إبراهيم في العالمين إنك حميد مجيد.

(۵) **پانچواں مسئلہ:** جب ایک قرآن مجید مکمل ہوجائے، تو فوراً دوسرا شروع کردے، اسلاف نے اس کو مستحب فرمایا ہے، اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خير الأعمال الحل والرحلة، قيل وما هما؟ قال افتتاح القرآن وختمه.

سب سے بہترین عمل حل اور رحلہ (منزل پر اترنا اور آگے کے لیے چلنا) ہے، عرض کیا گیا کہ یہ دونوں چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کا ختم کرنا اور دوسرا شروع کرنا۔

ساتواں باب

مسلمانوں پر قرآن کریم کے حقوق

صحیح مسلم میں حضرت تمیم داری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدین النصیحة ،قلنا لمن ؟قال : لله ،ولکتابه ،ولرسوله ،ولأئمة المسلمین ، وعامتهم.

دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کہ کس کے ساتھ خیر خواہی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ذمہ دار اور عام مسلمانوں کے ساتھ۔

علماء نے فرمایا: کتاب اللہ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس سے متعلق یہ ایمان و عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کا کلام مخلوق کے کلام کے بالکل مشابہ نہیں ہے، ساری مخلووق مل کر بھی اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتی۔

پھر اس کی تعظیم کرنا، جیسے اس کی تعظیم کا حق ہے، اس کی تلاوت کرنا، عمدہ تلاوت کرنا اور خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنا، تلاوت کے وقت حروف کو صاف صاف ادا کرنا، تحریف کرنے والوں اور اعتراضات کرنے والوں کا رد کرنا۔

جو امور قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں، ان تمام کی تصدیق کرنا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا، قرآن کے علوم کو سمجھنا، قرآن کے نصائح کا پابند ہونا، اس کے عجائبات میں غور وفکر کرنا، اس کے محکمات پر عمل کرنا، اس کے متشابہات پر ایمان لے آنا، اس کے عموم وخصوص اور اس کے ناسخ ومنسوخ کو تلاش کرنا، اس کے علوم کو پھیلانا اور اس کی دعوت دینا وغیرہ، یہ سب باتیں قرآن کریم کے ساتھ خیر خواہی میں داخل ہیں۔

فصل: قرآن پاک کی عظمت

قرآن کریم کی تعظیم کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، اس پر تمام

مسلمانوں کا اتفاق ہے، نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس کا قرآن ہونا متفق علیہ ہے، اس کے کسی بھی حرف کا انکار کرنا، یا اس میں جان بوجھ کر کسی حرف کا اضافہ کرنا بھی کفر ہے۔

امام حافظ ابوالفضل قاضی عیاضؒ نے فرمایا:

جان لیجئے! جو شخص قرآن کی، یا اس کے کسی بھی حصے کی توہین کرے، یا برا بھلا کہے، یا ان میں سے کسی ایک حرف کا انکار کرے، یا قرآن میں موجود حکم یا خبر کی تکذیب کرے، یا جان بوجھ کر، یا شک کے طور پر قرآن مجید نے جس کی نفی کی ہے، اس کو ثابت کرے، یا جس کو ثابت کیا ہے، اس کی نفی کرے، وہ باجماعِ مسلمین کافر ہے۔

اسی طریقے سے جو تورات، انجیل، یا دیگر آسمانی کتابیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، ان کا انکار کرے، یا ان کو برا بھلا کہے، یا ان کو ہلکا سمجھے، وہ بھی کافر ہے۔

قاضی عیاضؒ نے مزید فرمایا: تمام مسلمان متفق ہیں کہ وہ قرآن پاک جس کی پورے عالم میں تلاوت کی جاتی ہے اور وہ قرآن جو دوگتوں کے درمیان میں مصحف کی شکل میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے، یعنی **الحمد لله رب العلمين** سے **قل أعوذ برب الناس** کے آخر تک یہ اللہ کا کلام ہے، وہ اس کی وحی ہے جس کو اللہ جل جلالہ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، جو کچھ اس میں ہے وہ برحق ہے، جو شخص اس میں سے کسی حرف کو قصداً کم کرے، یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دے، یا اس کلام پر کسی حرف کا اضافہ کرے جس کے قرآن ہونے پر اجماع ہے، اگر ان کاموں کو جان بوجھ کر عمداً کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔

ابوعثمان بن حدادؒ نے فرمایا: تمام اہل توحید اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن پاک کے ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے۔

ابن شنبوذ جو کہ قراء سبعہ کے رواۃ میں سے ایک راوی ہیں، جب ابن مجاہد نے ان سے پڑھا اور انہوں نے ان کو ایسے شاذ حروف سے پڑھایائے جو قرآن میں شامل نہیں تھے، تو تمام فقہاءِ بغداد ان سے توبہ کرانے کے فیصلے پر متفق ہو گئے اور فقہاء نے شرط لگائی کہ ایک اشتہار چھاپا جائے جس میں وزیر ابوعلی بن مقلہ کے مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ان کی توبہ، استغفار اور رجوع کا اعلان ہو، یہ واقعہ ۳۲۳ھ میں پیش آیا۔

ابو محمد بن ابو بکرؒ نے فتوی دیا ہے کہ جو شخص کسی بچے سے کہے **لعن الله معلمك وما علملك** اور کہے میرا مقصد بچے کی تنبیہ ہے، میرا مقصد قرآن پاک کی بے حرمتی نہیں ہے، تب بھی اس کی تادیب کی جائے (کوئی سزا دی جائے گی) اور فرمایا: جو شخص مصحف پر لعنت کرے، اس کو قتل کر دجائے گا، ان باتوں کو قاضی عیاضؒ نے نقل فرمایا ہے۔

فصل: تفسیر بالرائے کی حرمت

علم کے بغیر تفسیر کرنا اور جو تفسیر کے لائق نہ ہو، اس کا قرآن کے معانی میں بحث کرنا حرام ہے، اس سلسلے میں بہت ساری احادیث ہیں اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

علماء کے لیے قرآن کریم کے معانی کی تفسیر کرنا جائز ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے، جو شخص تفسیر کی اہلیت رکھتا ہو، ان علوم کا جامع ہو اور غالب گمان ہو کہ ان کے ذریعے وہ قرآن مجید کی مراد کو جان سکتا ہے، تو ایسا شخص تفسیر کر سکتا ہے، جب کہ وہ تفسیر ان علوم میں سے ہو جنھیں اجتہاد سے جانا جا سکتا ہو، جیسے معانی، احکام جلیہ وخفیہ، عموم وخصوص اعراب وغیرہ۔

اگر تفسیر ایسی باتوں سے متعلق ہو جن کو اجتہاد سے جانا نہیں جا سکتا؛ بلکہ اس کے لیے نقل اور لغوی الفاظ کی وضاحت ضروری ہے، تو اس میں بحث کرنا قابل اعتبار علماء کی نقل کے بغیر جائز نہیں ہے۔

جو شخص تفسیری علوم سے ناواقف ہونے کے وجہ سے تفسیر کے لائق نہیں ہے، اس کے لیے تفسیر کرنا حرام ہے؛ تاہم اس کے لیے قابل اعتبار علماء سے تفسیر نقل کرنے کی اجازت ہے۔

تفسیر بالرائے کرنے والوں کی قسمیں

جو لوگ صحیح دلیل کے بغیر اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں، ان کی چند قسمیں ہیں، کچھ لوگ تو وہ ہیں جو اپنے مذہب کی تصحیح، تقویت اور اپنے اطمینان قلب کے لیے استدلال کرتے ہیں؛ حالاں کہ آیت کی مراد یہی ہے، اس بات پر انھیں ظن غالب نہیں رہتا اور وہ صرف فریق مخالف پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

کچھ لوگ وہ ہیں جو آیات سے استدلال کرتے ہیں بھلائی کی طرف بلانے کے لیے؛ لیکن آیت میں اس پر کوئی ظاہری دلیل نہیں ہوتی ہے۔

کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو قرآن پاک کے الفاظ کی تفسیر کرتے ہیں، ان کے معانی سے واقفیت نہیں ہوتی؛ حالاں کہ ان کے معانی کو صرف مفسرین اور اہل لغت ہی سے جانا جا سکتا ہے، جیسے لفظ کا معنی، اعراب اور الفاظ میں حذف، اختصار، اضمار، حقیقت، مجاز، عموم وخصوص، تقدیم وتاخیر، اور اجمال وبیان وغیرہ جو خلافِ ظاہر ہوتے ہیں۔

اس جیسے مضامین میں صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں ہے؛ بلکہ اس میں مفسرین کی رائے کیا ہے؟ اس کو بھی جاننا ضروری ہے، اس لیے کہ بسا اوقات تمام مفسیرین ظاہری معنی مراد نہ لئے جانے پر متفق ہوتے ہیں، یا خصوص یا اضمار مراد لینے پر متفق ہوتے ہیں جو کہ خلافِ ظاہر ہیں۔

اسی طرح کوئی لفظ کئی معانی میں مشترک ہوتا ہے، کسی مقام پر اس کا ایک معنی جان لیا اور جہاں جہاں بھی یہ لفظ آیا، اسی معنی سے اس لفظ کی تفسیر کر دی، یہ سب تفسیر بالرائے میں داخل ہے جو کہ حرام ہے۔ واللہ اعلم

فصل: قرآن پاک میں ناحق بحث ومباحثہ کرنے کی حرمت

قرآنِ پاک میں ناحق بحث ومباحثہ کرنا حرام ہے، اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ کسی آیت کا مدلول ایسا ثابت کیا جائے جو مخالف کے مذہب کے خلاف ہو اور ضعیف احتمال کے ساتھ اپنے مذہب کے مطابق ہو، تو ایسی آیت کو اپنے مذہب پر محمول کرے اور اس آیت کا ظاہر اس کے مذہب کے خلاف ہونے کے باوجود اس پر مناظرہ بحث ومباحثہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المراء فی القرآن کفر.

قرآن پاک میں ناحق بحث ومباحثہ کرنا کفر ہے۔

علامہ خطابیؒ نے فرمایا:

مراء سے مراد شک ہے، ایک قول یہ ہے کہ ایسی بحث مراد ہے جو شک میں مبتلا

کرنی والی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بحث ومباحثے ہیں جو اہل ہوا و نفس پرست لوگ آیتِ قدر وغیرہ میں کرتے ہیں۔

فصل: آیات کے مابین مناسبت معلوم کرنے کا طریقہ

جو شخص مصحف میں کسی آیت کے مقدم ومؤخر ہونے، یا ان کے درمیان مناسبت معلوم کرنا چاہے، تو اس کو اس طرح سوال کرنا چاہئے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟

فصل: میں فلاں آیت بھول گیا کہنا کیسا ہے؟

''**نَسِيتُ آية كذا**'' ''میں فلاں آیت بھول گیا'' کہنا مکروہ ہے؛ بلکہ یوں کہے: **أُنْسِيتُها ، أو أَسْقَطْتُها** مجھے بھلا دی گئی، یا میرے ذہن سے نکل گئی۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول اللہ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لايقول أحدكم نسيت آية كذا ، وكذا ، بل نُسِّيَ وفي رواية في الصحيحين أيضا ، بئسما لأحدكم أن يقول نسيت كيت وكيت ، بل هو نُسِّيَ.

تم میں سے کوئی شخص یوں نہ کہے: میں فلاں فلاں آیت بھول گیا؛ بلکہ اس کو بھولا دیا گیا کہے۔

صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ کیا ہی برا ہے، اس طرح کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا؛ بلکہ اس کو بھولا دیا گیا۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رحمه الله ، فقد ذكّرني آية كنت أسقطتها وفي رواية في الصحيح كنت أنسيتها.

اللہ فلاں شخص پر رحم فرمائے، میرے ذہن سے فلاں آیت نکل گئی تھی، اس نے مجھے یاد دلا دیا۔

ابن ابی داؤد نے جلیل القدر تابعی ابوعبدالرحمن سلمیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپؒ

أسقطت آیة کذا کہنے کو مکروہ کہتے ہیں ؛ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ **أُغْفِلْتُ** مجھ سے غفلت ہوگئی کہنا چاہئے ،ابوعبدالرحمن سلمیؒ کا مذہب حدیث صحیح کے خلاف ہے ،لہذا جو حدیث کے مطابق ہے، اس کو لیا جائے گا، **پس أسقطت آیة کذا** کہنا بلا کراہت جائز ہے۔

فصل: سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران کہنا کیسا ہے؟

سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام وغیرہ کہنا جائز ہے، اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔

بعض متقدمین نے اس طرح کہنے کو ناپسند کیا ہے اور فرمایا: یوں کہنا چاہئے ، وہ سورت جس میں بقرہ کا تذکرہ ہے، وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں عورتوں کا بیان ہے، اسی طرح بقیہ سورتوں کے بارے میں بھی کہنا چاہئے ، صحیح مذہب پہلا ہے ؛ کیونکہ صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ البقرہ اور سورۃ الکہف وغیرہ بے شمار سورتوں کے نام ثابت ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جہاں سورۃ البقرۃ نازل ہوئی۔

صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

قرأت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سورۃ النساء.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ نساء پڑھ کر سنائی۔

اس سلسلے میں بے شمار احادیث اور اسلاف کے اقوال موجود ہیں۔

سورت کو دو طرح پڑھنا جائز ہے، ''**سُؤرَة**'' ہمزہ کے ساتھ ''**سُوْرَة**'' بغیر ہمزہ کے، یہی زیادہ فصیح ہے، قرآن پاک میں یہی لغت استعمال ہوئی ہے، ابن قتیبہؒ نے اس کو بیان کیا ہے۔

فصل: قراءِ سبعہ کی طرف قراءت کی نسبت کرنا

یہ ابوعمرو کی قراءت ہے، یہ نافع ، یا کسائی کی قراءت ہے، اس طرح کہنا بلا کراہت جائز ہے، یہی پسندیدہ مذہب ہے جو متقدمین ومتأخرین سے نکیر کے بغیر ثابت ہے۔

ابن ابی داودؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ سنۃ فلان، **قراءۃ فلان** کہنے کو ناپسند کرتے تھے، صحیح بات وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا۔

فصل: بے ایمان کو قرآن مجید سننے سے منع نہیں کرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ. (التوبۃ:۶)

اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ طلب کرے، تو اس کو پناہ دو؛ تا کہ وہ اللہ کا کلام سن سکے۔

البتہ بے ایمان کو کلام اللہ کے چھونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

کیا بے ایمان کو قرآن مجید پڑھانا جائز ہے؟ ہمارے اصحاب نے فرمایا: اگر اس کو پڑھانے کے باجود اس کے اسلام لانے کی امید نہ ہو، تو اس کو پڑھانا جائز نہیں ہے۔

اگر اس کو پڑھانے سے اسلام قبول کرنے کی امید ہو، تو ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کے اسلام قبول کرنے کی امید کی بنا پر قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جیسے مصحف کو اسلام لانے کی امید کے باجود بے ایمان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کو پڑھانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

اگر کسی بے ایمان کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھیں، تو منع کرنا چاہئے؟ اس میں بھی دو قول ہیں۔

فصل: قرآن مجید کو برتن پر لکھنے کے بعد دھو کر پینا

قرآن مجید کو کسی برتن وغیرہ پر لکھنا پھر دھو کر بیمار کو پلانے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، حسن بصری، مجاہد، ابو قلابہ اور اوزاعی رحمہم اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

ابراہیم نخعیؒ نے مکروہ کہا ہے، ہمارے اصحاب میں سے قاضی حسینؒ اور علامہ بغویؒ نے فرمایا: اگر کوئی مٹھائی پر قرآن کریم کی آیات لکھ کر کھاتا ہے، تو جائز ہے، قاضی حسینؒ نے فرمایا: اگر کسی لکڑی پر قرآن لکھا جائے، تو اس کو جلانا مکروہ ہے۔

فصل: دیواروں پر قرآنی آیات لکھنا

ہمارے نزدیک دیواروں اور کپڑوں پر قرآنی آیات اور اسمائے حسنیٰ لکھنا مکروہ

ہے، حضرت عطا نے فرمایا: مسجد کی قبلے والی دیوار میں لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قرآنی حروف (حروف مقطعات) کے متعلق امام مالکؒ نے فرمایا: ان حروف کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ کسی نلکی، یا کھال، یا بند سوراخ والی ڈبیہ میں بند ہو۔

ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: جب پلیتہ میں قرآن پاک کے ساتھ دیگر چیزیں بھی لکھی جائیں، تو حرام نہیں ہے؛ لیکن نہ لکھنا بہتر ہے، اس لیے کہ بے وضو بھی اس کو اٹھائے پھرتا رہتا ہے، جب قرآنی آیات لکھی جائیں، تو جیسے امام مالکؒ نے فرمایا، اسی طرح احتیاط کرنی چاہئے، شیخ ابو عمرو بن الصلاح رحمہ اللہ نے اسی کا فتوی دیا ہے۔

فصل: کلماتِ قرآن کے ذریعے جھاڑ پھونک

ابن ابی داؤد نےؒ حضرت ابو جحیفہؓ سے جن کا نام وہب بن عبداللہ ہے، بعض حضرات نے دوسرا نام بتایا ہے، حضرت حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے کلماتِ قرآن کے ذریعے جھاڑ پھونک کرنے کی کراہت نقل کی ہے، راجح مذہب عدم کراہت ہے؛ بلکہ مستحب ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں بستر پر تشریف لے آتے، تو ہر رات سوتے وقت **قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق** اور **قل أعوذ برب الناس** پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو جمع فرما کر ان میں دم فرمالیا کرتے، پھر اپنے چہرے، سر اور بدن کا اگلا و پچھلا حصہ جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتے ہیں، وہاں تک تین مرتبہ ہاتھ پھیرلیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

صحیحین کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب کبھی اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت خراب ہوتی، تو مجھے اس کا حکم فرماتے۔

بعض روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مرض الوفات میں بھی معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب بیماری میں شدت پیدا ہوگئی، تو میں معوذات پڑھ کر دم کرتی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دست مبارک پر دم کرنے کے بعد آپ ہی

کے ہاتھ کو آپ پر پھیرا کرتی؛ تا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت حاصل ہو جائے۔

بعض روایات میں ہے کہ:

كان إذا اشتكى يقرأ على نفسه بالمعوذات، وينفث.

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوتے، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام معوذتین پڑھ کر دم کر لیا کرتے اور پھونک مارا کرتے۔

آٹھواں بــاب

مخصوص اوقات واحوال کی مستحب سورتیں

جان لیجئے ! یہ باب بہت وسیع ہے،اس سلسلے میں بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے،تاہم ہم ان میں سے اکثر کی طرف مختصر اشارہ کریں گے، جن کو ہم بیان کرنے جارہے ہیں،وہ خواص اورعوام کے نزدیک معروف ومشہور ہیں جس کی وجہ سے ہم ان کے دلائل کو پیش نہیں کریں گے۔

رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے،رمضان کے آخری عشرے میں اور خاص کر آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاوت قرآن کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے،ذی الحجہ کا پہلا عشرہ بالخصوص عرفہ کے دن،جمعہ کے دن،فجر کے بعد اوررات میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے،نیز سورۂ یٰس،سورۂ واقعہ اورتبارک الذ ی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

فصل: فرض وواجب نمازوں کی مستحب سورتیں

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ الم السجدہ،دوسری رکعت میں سورۂ دہر مکمل سورتیں پڑھنا سنت ہے۔

بعض جاہل ائمہء مساجد کی طرح نہ کرے کہ ترتیل کے ساتھ ان سورتوں میں سے چندآیات پڑھتے ہیں؛ بلکہ تجوید کی رعایت کرتے ہوئے مکمل سورتیں پڑھنی چاہئے۔

جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں **سورة الجمعه** اوردوسری رکعت میں **سورة المنافقون** مکمل پڑھے، یا پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلى** اوردوسری رکعت میں **هل أتك حديث الغاشية** پڑھے۔

یہ دونوں صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، چندآیات کے پڑھنے

پر اکتفاء نہ کرے؛ بلکہ حدر میں مکمل سورتیں پڑھے۔

عید کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ ''ق'' اور دوسری رکعت میں **اقتربت الساعة.**

اگر چاہئے تو پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلی** اور دوسری رکعت میں **هل اتك حديث الغاشية** پڑھے۔

یہ دونوں صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اس موقع پر چند آیات پر اکتفاء نہ کرے، مکمل سورتیں پڑھنے کا التزام کرے۔

فصل: سنت و نفل نمازوں کی مستحب سورتیں

فجر کی سنت میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد **قل یاأیها الکٰفرون** اور دوسری رکعت میں **قل ھو اللہ أحد** پڑھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا)

چاہے تو پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد **قولوا اٰمنا الخ** اور دوسری رکعت میں **قل یااہل الکتاب تعالوا الخ** پڑھے، یہ دونوں صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔

مغرب کی سنت، طواف کے بعد کی نماز اور استخارے کی نماز میں بھی **قل یاأیها الکٰفرون، قل ھو اللہ أحد** پڑھے۔

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد **سبح اسم ربك الاعلی** اور دوسری رکعت میں **قل یاأیها الکٰفرون** اور تیسری رکعت میں **قل ھو احد** پڑھے۔

فصل: جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنا مستحب ہے، اس سلسلے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے ''کتاب الام'' میں فرمایا کہ جمعہ کی رات میں بھی سورۂ کہف پڑھنا مستحب ہے، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس کو امام دارمی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة الکهف لیلة الجمعة، أضاء له من النور فیما بینه وبین البیت

العتيق.

جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ کہف پڑھے گا، اس کے اور بیت اللہ کے درمیان کا جتنا حصہ ہے، اس کے لیے روشن ہوجائے گا۔

امام دارمیؒ نے جمعہ کے دن سورۂ ھود پڑھنے کے استحباب کے سلسلے میں ایک حدیث روایت کی ہے، جلیل القدر تابعی مکحولؒ سے جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھنے کا استحباب منقول ہے۔

فصل: آیۃ الکرسی اور معوذتین

ہر موقع پر کثرت سے آیۃ الکرسی پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، نیز سونے کے وقت بھی پڑھنا چاہیے، ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھے۔

حضرت عقبہ بن نافعؓ فرماتے ہیں:

أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقرأ المعوذتين دبر كل صلوة.

(رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی، قال الترمذی حدیث حسن صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد مجھے معوذتین پڑھنے کا حکم فرمایا۔

فصل: سونے کے وقت پڑھنے کی مستحب سورتیں

سونے کے وقت **آية الكرسي**، **قل هو الله أحد**، معوذتین اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کے پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، اس سلسلے میں صحیح احادیث موجود ہیں۔

حضرت ابومسعود بدریؓ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الآيتان من آخر سورة البقرة، من قرأبهما في ليلة كفتاه.

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو شخص کسی رات میں پڑھے گا، وہ آیتیں اس کے لیے کافی ہوجائیں گی۔

علماء کی ایک جماعت نے فرمایا:

کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رات بھر قیام کرنے کی طرف سے کافی ہوجائیں گی (رات بھر قیام کرنے کے بقدر ثواب ملے گا)، بعض علماء نے فرمایا کہ رات بھر شر

سے کفایت (حفاظت) کریں گی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

آپ علیہ الصلوۃ والسلام ہر رات **قل ھو اللہ أحد**، معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

ہم اس کو قرآن پاک کے ذریعے دم کرنے کی فصل میں ذکر کر چکے ہیں۔

ابن ابی داوُدؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں:

ما کنت أری أحدا یعقل دخل فی الاسلام ینام حتی یقرأ آیة الکرسی

میں کسی عقل مند انسان کو نہیں دیکھتا تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوا ہو اور آیۃ الکرسی پڑھے بغیر سو جاتا ہو (ہر عقل مند انسان سونے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھنے کا اہتمام کرتا تھا)

ما کنت أری أحدا یعقل دخل فی الاسلام ینام حتی یقرأ الآیات الثلاث الا واخر من سورة البقرة. (اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

میں کسی عقل مند انسان کو نہیں دیکھتا تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوا ہو اور سونے کے وقت، **قل ھو اللہ أحد**، معوذتین اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کو پڑھے بغیر سو جاتا ہو۔

عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

لا تمر بك لیلة إلا قرأت فیھا، قل ھو اللہ أحد، والمعوذتین، فما أتت علی إلا وأنا أقرؤھن.

جب بھی رات ہو، تو تم، **قل ھو اللہ أحد** اور معوذتین پڑھا کرو، چنانچہ جب بھی رات ہوتی ہے، تو میں ان سورتوں کو پڑھ لیتا ہوں۔

ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے آپؒ نے فرمایا:

حضرات صحابہ، **قل ھو اللہ أحد**، معوذتین کو ہر رات تین مرتبہ پڑھنے کو پسند فرماتے تھے۔ (اسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے: آپؒ نے فرمایا: حضرات صحابہؓ اپنے بچوں کو سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ بستر پر آئیں، تو معوذتین پڑھا کریں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۂ زمر اور بنی اسرائیل نہیں پڑھ لیتے، اس وقت تک نہیں سوتے تھے۔ (رواہ الترمذی وقال حسن)

جب سوکر اٹھتے، تو سورۂ آل عمران کی آخری آیات **إن فی خلق االسموت الخ** پڑھتے، صحیحین میں رسول اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں جب بیدار ہوتے، تو سورۂ آل عمران کی آخری آیات پڑھا کرتے۔

فصل: مریض کے پاس کن سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے؟

مریض کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں اس کا حکم دیا ہے اور فرمایا:

وما أدراك أنها رقية؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ سورۃ الفاتحہ رقیہ ہے؟۔

نیز مریض کے سامنے **قل هو الله أحد**، **قل أعوذ برب الفلق** اور **قل أعوذ برب الناس** پڑھے اور ہاتھوں میں دم کرنے کے بعد ہاتھ پھیرے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے، اس کا مفصل بیان گذشتہ فصل میں گذر چکا ہے۔

طلحہ بن مصرفؒ نے فرمایا:

کہا جاتا ہے کہ مریض کے سامنے قرآن پڑھنے سے مریض راحت محسوس کرتا ہے اور فرمایا کہ ایک دن میں اپنے استاذ خیثمہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ ان کی طبیعت خراب چل رہی تھی، میں نے کہا، حضرت آج آپ صحت مند معلوم ہو رہے ہیں؟ فرمایا: آج میرے پاس قرآن کی تلاوت کی گئی ہے۔

خطیب ابوبکر بغدادیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ رمادیؒ کی جب طبیعت خراب ہوتی، تو فرماتے: میرے پاس محدثین کو بلاؤ، جب محدثین حاضر ہوتے، تو انھیں حدیث پڑھنے کا حکم فرماتے (اور حدیث کی تلاوت پر صحت یاب ہوجاتے)۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

جب حدیث کی یہ تاثیر ہے، تو قرآن پاک کی تلاوت کی تاثیر بدرجہ اولیٰ زیادہ ہوگی۔

فصل: میت کے نزدیک کن سورتوں کو پڑھنا چاہئے

علماء نے فرمایا: جو شخص مرض الوفات میں مبتلا ہو، تو اس کے سامنے ''سورۃ یٰس'' کی تلاوت کرنی چاہئے۔

حضرت معقل بن یسارؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إقرؤا يس على موتاكم. (رواہ ابوداؤد والنسائی فی عمل الیوم واللیلۃ وابن ماجۃ باسناد ضعیف)

اپنے مردوں (جن کی موت کا وقت قریب آگیا ہو) کے پاس سورۂ یٰس پڑھا کرو۔

مجالد نے حضرت شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپؒ فرمایا:

انصاری صحابہ جب کسی مرض الوفات میں مبتلا شخص کے پاس جاتے، تو سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتے۔ واللہ اعلم

نواں باب

کتابت قرآن اور اس کی عظمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآنِ عزیز اسی ترتیب کے مطابق تھا جس ترتیب پر آج مصاحف میں موجود ہے؛ لیکن ایک مصحف میں جمع نہ تھا بلکہ صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا، بعض حضرات صحابہؓ کو مکمل قرآن یاد تھا اور بعض صحابہ کو بعض حصہ یاد تھا، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور شروع ہوا اور بہت سارے حفاظ وقراء صحابہ شہید ہو گئے، اگر اسی طرح صحابہ کی شہادت کا سلسلہ جاری رہا اور قرآن پاک کو ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا، تو بعد کے زمانے میں اختلاف وانتشار پیش آسکتا ہے، اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرات صحابہ کے مشورے سے تمام قرآن کو جو مختلف چیزوں میں محفوظ تھا، ایک مصحف میں جمع کر دیا اور اس کو (حضرت عمر کی شہادت کے بعد) ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے گھر میں رکھوا دیا گیا۔

جب حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت شروع ہوا، اسلام خوب پھیل گیا، تو وہی خوف و خطرہ کہ مسلمان قرآن کے بعض حصے کو ترک کر دیں گے، یا اس میں زیادتی کر دیں گے، شدت سے پیش آیا، تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس جو مصحف محفوظ تھا، جس کو حضرات صحابہ کے اجماع سے تیار کیا گیا تھا، اس کے کئی نسخے تیار کرائے اور ان کو تمام شہروں میں روانہ کیا اور ان کے علاوہ جو نسخے موجود ہوں، ان پر عمل نہ کرنے کا حکم صادر فرمایا، حضرت عثمانؓ کا یہ عمل حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، تمام صحابہ اور تمام مسلمانوں کے اتفاق سے ہوا۔

اب رہا سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس طرح مرتب کیوں نہیں کرایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں زیادتی

اور نسخ کا احتمال موجود تھا، یہ احتمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک باقی تھا، اس لیے کہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک جاری رہے گی، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرات صحابہؓ کے دور میں یہ احتمال باقی نہیں رہا اور عین مصلحت کا تقاضہ بھی تھا، تو حضرات صحابہؓ نے اس کو ایک جگہ جمع کر دیا۔

جو نسخے حضرت عثمانؓ نے تیار کرائے، ان کی تعداد کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوعمرو دانیؒ اور اکثر علماء نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے چار نسخے تیار کرائے تھے، ایک نسخہ بصرہ، دوسرا کوفہ اور تیسرا شام کو روانہ فرمایا اور ایک نسخہ اپنے پاس رکھا۔

ابوحاتم سجستانیؒ نے فرمایا: حضرت عثمانؓ نے سات نسخے تیار کرائے، ایک مکہ، دوسرا یمن، تیسرا شام، چوتھا بحرین، پانچواں بصرہ، چھٹا نسخہ کوفہ کے لیے روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں اپنے ہی پاس رکھا۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: یہ مختصر سی تاریخ ہے جو ابتدائی جمع قرآن سے متعلق ہے، اس میں بہت ساری صحیح احادیث ہیں۔

مصحف میں مُصْحَف، مِصْحَف اور **مَصْحَف** تین لغات ہیں، میم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور میم کے فتحہ کو ابوجعفر نحاس وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

نوٹ: از مترجم۔ علامہ نوویؒ نے جمع قرآن کی بحث کو انتہائی مختصر بیان کیا ہے، تفصیلات دیگر علومِ قرآن کی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں

فصل: قرآن پر نقطے اور اعراب لگانا

مصحف کو لکھنا، خوب صورت خط میں لکھنا، صاف صاف لکھنا اور اس پر حاشیہ لگانا علماء کے نزدیک بالاتفاق مستحب ہے، نیز مصحف میں نقطے اور اعراب لگانا بھی مستحب ہے، اس لیے کہ اس میں تصحیف اور غلطیوں سے حفاظت ہو جاتی ہے، متقدمین میں ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ نے اپنے زمانے کے اعتبار سے تبدیلی و تغیر کے خوف سے نقطے اور اعراب لگانے کو مکروہ فرمایا تھا، اب صورتِ حال وہ نہیں رہی، لہٰذا اس کی ممانعت بھی نہیں ہوگی، اعراب لگانا بدعت سمجھ کر پیچھے ہٹنا، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بدعات حسنہ

میں سے ہے، جیسے تصنیف کرنا، مدارس قائم کرنا اور سرائے وغیرہ تعمیر کرنا ہے۔

فصل: قرآن پاک کو کسی ناپاک چیز سے لکھنا جائز نہیں

قرآن پاک کو کسی ناپاک چیز سے لکھنا جائز نہیں ہے، ہمارے نزدیک دیواروں پر لکھنا مکروہ ہے، ہم اس سلسلے میں حضرت عطاؒ کا مذہب پہلے ذکر کر چکے ہیں، نیز یہ مسئلہ بھی گذر چکا ہے کہ اگر کھانے کی چیزوں پر قرآن لکھا جائے، تو ان کو کھانا جائز ہے اور کسی لکڑی پر لکھا جائے، تو اس کو جلانا مکروہ ہے۔

فصل: قرآن کی حفاظت اور اس کا ادب واحترام

تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی حفاظت کرنا اور اس کا ادب واحترام کرنا واجب ہے، ہمارے اصحاب وغیرہ نے فرمایا: العیاذ باللہ! اگر کوئی مسلمان قرآن کو گندگی میں ڈال دے، تو ڈالنے والا کافر ہو جائے گا، قرآن پاک کو تکیہ بنانا؛ بلکہ دینی کتابوں کو تکیہ بنانا بھی حرام ہے۔

جب کسی کے سامنے مصحف کو پیش کیا جائے، تو کھڑے ہو کر لینا مستحب ہے، اس لیے کہ اصحابِ فضل، علماء اور نیک لوگوں کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے، تو مصحف کے لیے کھڑا ہونا بدرجہ اولیٰ مستحب ہے، قیام کے استحباب کے دلائل کو میں نے ایک مستقل رسالے میں جمع کر دیا ہے اور اس میں ایک روایت ابن ملیکہؒ کی صحیح سند سے مسند دادمی کے حوالے سے نقل کی ہے کہ عکرمہؓ بن ابی جہل مصحف کو اپنے چہرہ پر رکھ لیا کرتے اور فرمایا کرتے: کتاب ربی، کتاب ربی، یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے۔

فصل: قرآن کو دشمن کے علاقے میں لے جانا

دشمن کے علاقے میں جب قرآن پاک کی بے حرمتی کا خوف ہو، تو قرآن لے کر سفر کرنا حرام ہے، اس مشہور حدیث کی وجہ سے جو صحیحین میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے منع فرمایا:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يسافر بالقرآن إلى أرض العدو.

دشمن کے علاقے میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا:

ذمی کو مصحف فروخت کرنا حرام ہے، اگر کسی نے بیچ دیا، تو یہ بیع صحیح ہوگی، یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، اصح قول کے مطابق بیع صحیح نہیں ہوگی، دوسرا قول یہ ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور ذمی کو حکم دیا جائے گا کہ جلدی مصحف کو اپنی ملکیت سے نکال دے، مجنون، پاگل اور بے شعور بچے کو قرآن نہیں دیا جائے گا، اس لیے کہ ان کو دینے میں بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مجنون و بے شعور بچے کے ذمہ داروں پر واجب ہے کہ جب وہ قرآن اٹھانے کی کوشش کریں، تو ان کو منع کریں۔

فصل: بے وضو شخص کا قرآن چھونا

بے وضو شخص کے لیے قرآن چھونا اور اس کو اٹھانا حرام ہے، خواہ کپڑے وغیرہ کے واسطے سے ہو، یا بلا واسطہ، نیز قرآنی الفاظ کو چھونا، حواشی اور جلد کو چھونا سب کا حکم ایک ہی ہے۔ (احناف کے نزدیک بے وضو شخص کا کسی چیز کے سہارے سے چھونا جائز ہے، البحر الرائق ۱/۳۵۱)

اس تھیلی (جزدان بیگ وغیر)، غلاف اور صندوق کو چھونا بھی حرام ہے جس میں قرآن ہو، یہی راجح مذہب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تینوں باتین حرام نہیں ہیں، یہ قول ضعیف ہے۔

اگر قرآن پاک کو کسی تختی پر لکھا جائے، تو اس کا حکم قرآن کا حکم ہے، خواہ لکھا ہوا قرآن تھوڑا ہو، یا زیادہ؛ یہاں تک کہ سکھانے کے لیے تختے پر قرآن کی آیت کا ایک ٹکرا بھی لکھا گیا ہو، تو وہ بھی قرآن ہی کے حکم میں ہے۔

فصل: بے وضو اور جنبی شخص کا قرآن پاک کے اوراق کو لکڑی سے الٹنا

بے وضو، جنبی اور حائضہ وغیرہ کا قرآن پاک کے اوراق کو لکڑی وغیرہ سے الٹنا کیسا ہے؟ اس کے جائز ہونے میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں، راجح قول جواز کا ہے، ہمارے عراقی اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں، اس لیے کہ اس صورت میں یہ افراد نہ قرآن کو چھونے والے ہیں، نہ ہی اٹھانے والے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس طرح اوراق پلٹنے والا قرآن کا اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے، اس لیے یہ بھی حرام ہے، (احناف

کے نزدیک بے وضو شخص کا مصحف کو کسی چیز کے سہارے سے جو اس کے بدن، یا مصحف کے ساتھ لگی ہو، جیسے آستین اور غلاف، چھونا مکروہ ہے، البحر الرائق ۱/۳۵۱)

اگر کوئی آدمی اپنے ہاتھ کو کپڑے، یا آستین وغیرہ سے لپٹ کر قرآن اٹھائے، تو یہ بالاتفاق حرام ہے، ہمارے بعض حضرات اس میں غلطی کرتے ہوئے اس میں دو قول نقل کر دئے ہیں، یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں ہاتھ کے سہارے سے اٹھا رہا ہے نہ کہ آستین سے۔

فصل: کن صورتوں میں قرآن کو چھونا جائز ہے اور کن صورتوں میں جائز نہیں

بے وضو اور جنبی قرآن پاک لکھیں، اگر لکھنے کے وقت قرآن پاک کو چھوتے ہیں، یا اس کو اٹھاتے ہیں، تو یہ حرام ہے، اگر چھوئے بغیر، یا اٹھائے بغیر لکھتے ہیں، تو اس میں تین قول ہیں، صحیح قول کے مطابق جائز ہے، دوسرا قول حرمت کا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ بے وضو کے لیے جائز ہے، جنبی کے لیے جائز نہیں ہے۔

فصل: دینی کتابوں کو چھونا جن میں قرآنی آیات ہوں

بے وضو، جنبی اور حائضہ عورت یہ لوگ ایسی دینی کتابوں کو اٹھاتے ہیں جن میں قرآن کی آیات لکھی ہوئی ہیں، یا ایسا کپڑا یا درہم و دینار جس میں قرآنی آیات کو نقش کیا گیا ہے، یا وہ سامان جس میں قرآن موجود ہو، یا ایسی دیوار، مٹھائی یا روٹی جس پر قرآنی آیات نقش ہوں، تو ان چیزوں کو چھونا راجح مذہب کے مطابق جائز ہے، اس لیے کہ یہ خود قرآن نہیں ہیں، اس سلسلے میں ایک قول حرمت کا ہے۔

قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردیؒ نے اپنی کتاب ''حاوی'' میں لکھا ہے کہ جس کپڑے پر قرآن لکھا گیا ہو، اس کو چھونا جائز ہے؛ لیکن اس کو پہننا بالاتفاق جائز نہیں ہے، اس لیے کہ پہننے سے مقصود قرآن پاک سے برکت حاصل کرنا ہوتا ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: علامہ ماوردیؒ نے جس بات کا ذکر کیا ہے اس میں میرے علم کے مطابق کسی نے ان کی موافقت نہیں کی ہے؛ بلکہ شیخ ابو محمد جوینیؒ نے اس طرح کے کپڑے کو پہننے کے جواز کی صراحت کی ہے اور یہی بات درست ہے۔ واللہ اعلم

تفسیری کتابوں میں تفصیل یہ ہے، اگر قرآنی آیات تفسیر سے زیادہ ہیں، تو ان کو چھونا، اٹھانا جائز نہیں ہے، اگر تفسیر قرآنی آیات سے زیادہ ہے، تو ان کو چھونے اور اٹھانے میں تین قول ہیں، اصح قول کے مطابق حرام نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس صورت میں بھی ان کو چھونا حرام ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر قرآنی کلمات کا خط ممتاز ہو، مثلاً جلی حروف، یا رنگین حروف میں لکھا گیا ہو، تو حرام ہے، اگر قرآنی کلمات ممتاز نہ ہوں، تو حرام نہیں ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: قرآنی اور تفسیری کلمات دونوں برابر ہوں، تو بھی حرام ہے۔

ہمارے اصحاب میں سے صاحب ''التتمہ'' نے کہا: جب ہم شوافع ''حرام نہیں ہے'' کہتے ہیں، تو اس کا مطلب ''مکروہ ہے'' ہوتا ہے۔

حدیث کی کتابیں جس میں احادیث لکھی ہوئی ہوں، اگر ان میں قرآنی کلمات مذکور نہ ہوں، تو ان کو چھونا حرام نہیں ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان کو بھی بغیر وضو نہ چھوئے، اگر ان میں قرآنی کلمات مذکور ہوں، تو ان کو چھونا صحیح مذہب کے مطابق حرام نہیں ہے اور ایک قول کے مطابق چھونا حرام ہے، یہی تمام تفصیلات کتبِ فقہ سے بھی متعلق ہوں گی۔

وہ آیتیں جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے، جیسے

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھا البتة وغیرہ.

ان کو چھونا اور اٹھا حرام نہیں ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہی حکم تورات وانجیل کا بھی ہے۔

فصل: جس کے بدن پر نجاست لگی ہو، اس شخص کا قرآن پاک چھونا

اگر کوئی شخص باوضو ہے؛ لیکن اس کے بدن پر کسی جگہ اس قدر نجاست لگی ہو جو قابلِ معافی نہیں ہے، اس کے لیے اس نجس جگہ سے قرآن کو چھونا حرام ہے؛ البتہ جس جگہ نجاست نہ ہو، اس جگہ سے پکڑنا ہمارے نزدیک اور جمہور علماء کے نزدیک حرام نہیں ہے، ہمارے اصحاب میں سے ابو القاسم صمیریؒ نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی قرآن کو چھونا

حرام ہے، اس قول کو خود ہمارے اصحاب نے رد کر دیا ہے، قاضی ابوالطیبؒ نے فرمایا: جو بات ابوالقاسم صمیریؒ نے کہی ہے، یہ بات اجماع کے خلاف ہے، ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ اس کے لیے قرآن کو چھونا مکروہ ہے؛ لیکن راجح مذہب عدم کراہت کا ہے۔

فصل: تیمم کرنے والے کے لیے قرآن چھونا

تیمم جائز ہونے کی صورت میں کسی نے تیمم کیا، تو اس کے لیے قرآن کو چھونا بھی جائز ہے، خواہ اس نے نماز کی نیت سے تیمم کیا ہو، یا کسی اور نیت سے تیمم کیا ہو؛ البتہ جس شخص کو نہ پانی ملے نہ مٹی، ایسا شخص اسی حال میں نماز پڑھ لے گا؛ لیکن اس کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ شخص حقیقۃً وحکمًا ہر اعتبار سے بے وضو ہے، ضرورت کی وجہ سے ہم نے اس کو نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

اگر کسی بے وضو شخص کے پاس قرآن ہے، کسی کو دینے سے بھی عاجز ہے، ایسے آدمی کے لیے مجبوری کی وجہ سے قرآن اٹھانا جائز ہے، قاضی ابوالطیبؒ نے فرمایا: اس کے لیے تیمم بھی ضروری نہیں ہے؛ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے، تیمم کر لینا چاہئے، اگر کسی شخص کو قرآن کے جلنے، ڈوبنے، نجاست میں گرنے، یا کسی کافر کے ہاتھ لگ جانے کا خوف ہو، تو اس کے لیے فوراً قرآن کو اٹھا لینا چاہئے، اگرچہ بے وضو ہی کیوں نہ ہو، یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

فصل: باشعور بچوں کو وضو کرانا ضروری ہے؟

باشعور بچوں کو قرآنِ پاک، یا وہ تختیاں جن میں وہ پڑھتے ہیں، ان کو اٹھانے کے لیے استاذ، یا سرپرست کا بچوں کو وضو کرانا لازم وضروری ہے؟ اس میں دو قول ہیں، اصح اور مشہور قول کے مطابق مشقت کی وجہ سے ضروری نہیں ہے۔

فصل: قرآن پاک کی خرید وفروخت

قرآن کی خرید وفروخت کرنا صحیح ہے، خریدنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، قرآن کو بیچنے میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں، اصح قول اور امام شافعیؒ کی صراحت کے مطابق مکروہ ہے، جن حضرات نے خرید وفروخت کو بلا کراہت درست قرار دیا ہے، ان میں

حسن بصری، عکرمہ، اور حکم بن عتبہ رحمہم اللہ ہیں اور یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے قرآن کی خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن المنذرؒ نے اس قول کو حضرت علقمہ، ابن سیرین، ابراہیم نخعی، شریح، مسروق اور عبداللہ بن یزید رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے، حضرت عمرؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے قرآن پاک کی خرید وفروخت کے سلسلے میں شدید ناراضگی نقل کی گئی ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے قرآن پاک کی خرید وفروخت کے سلسلے میں کراہت کے ساتھ رخصت دی ہے۔

ابن المنذرؒ نے اس کو حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بنؒ سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

دسواں باب

اس کتاب کے مشکل الفاظ اور اسماء کی وضاحت

علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں: یہ اسماء اور لغات بے شمار ہیں، ان کے لیے مستقل ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے؛ لیکن میں ان کی طرف مختصراً اشارہ کروں گا اور ان کے مقاصد کی جانب متوجہ کروں گا، نیز عموماً اصح اقوال کے ذکر پر اکتفاء کروں گا (اردوداں طبقہ کے لیے جن لغات کی ضرورت نہیں ہے نیز کتاب کا اردو ترجمہ ہے جس میں لغات کی تشریح کی چنداں حاجت نہیں، اس لیے اس باب میں اس طرح کی لغات کو چھوڑ دیا گیا ہے، تاہم جو عوام کے لیے مفید ہیں، انہیں برکۃً وافادۃً ذکر گیا ہے، اسماء کی ترتیب کتاب کے اعتبار سے ہے)۔

الحمد: اچھی صفت کی تعریف کرنا

اَلْمَنَّان: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ منان کہتے ہیں ایسی ذات کو جو سوال کرنے سے پہلے عطا کرے

اَلطَّوْل: وسعت، مال داری

اَلْهِدَايَة: توفیق، مہربانی، ہدایت کا استعمال لام اور الی دونوں کے ساتھ ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: **هدانا للإيمان، هدانا إلى الإيمان.**

محمد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات محمودہ کی کثرت کی وجہ سے آپ کا نام محمد رکھا گیا ہے، ابن فارس وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمدہ صفات اور حسین عادات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے دل میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا نام محمد رکھنے کا القاء فرمایا۔

حسد: کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا

غِبْطه: کسی کی نعمت کو دیکھ کر اس شخص سے زائل ہونے کی خواہش یا تمنا کے بغیر اس

جیسی نعمت حاصل ہونے کی تمنا کرنا ۔

حسد حرام ہے،غبطہ (رشک کرنا) خیر وخوبیوں میں پسندیدہ ہے

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: آپ ؓ کا نام سعد بن مالک ہے،آپ ؓ بنوخدرہ سے تعلق رکھتے ہیں،اسی وجہ سے آپ کو خدری کہا جاتا ہے۔

ابوداؤد سجستانی: سنن ابی داؤد کے مصنف،مشہور محدث ہیں،آپ کا نام سلیمان بن اشعث ہے۔

نسائی: سنن نسائی کے مصنف ہیں،آپ کا نام احمد بن شعیب ہے،ابوعبدالرحمن کنیت ہے۔

ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ: آپ ؓ کا نام عقبہ بن عمرو ہے،جمہور علماء نے فرمایا: یہ صحابی غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے؛ بلکہ مقامِ بدر میں سکونت اختیار کی تھی جس کی وجہ سے آپ کو بدری کہا جاتا ہے؛ البتہ امام زہری اور امام بخاری وغیرہ حضرات نے انھیں بدری صحابہ میں شمار کیا ہے۔

الدارمی: مشہور محدث ہیں،آپ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمن ہے،ابومحمد کنیت ہے، دارم جو آپ ؒ کے خاندان کے جدامجد ہیں،ان کی طرف نسبت ہے۔

شَعَائِرِ اللہ: شعیرۃ کی جمع ہے،شعائر سے مراد وہ احکام ہیں جو دین کی خصوصی علامت و پہچان ہوتے ہیں۔

بزار: مشہور محدث ہیں،مشہور کتاب مسند بزار کے مؤلف ہیں۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ: صحابیٔ رسول ہیں،آپ کے نام کے سلسلے میں تقریباً تیس قول ہیں، اصح قول کے مطابق عبدالرحمن بن صخر ہے،بچپن میں آپ ؓ کی پاس ایک بلی تھی جس کی وجہ سے ابوھریرہ ؓ کے نام سے آپ کی کنیت پڑ گئی۔

ابو حنیفة: آپ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے۔

امام شافعی: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ھاشم بن مطلب بن عبدمناف بن قصی نام ہے،ابوعبداللہ کنیت ہے۔

الحنیف: درست، سیدھا،ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ شخص ہے جو ادیان باطلہ

سے اعراض کرتے ہوئے دین حق کی جانب مائل ہوجائے۔

ابن ماجہ: آپ کا نام محمد بن یزید قزوینی ہے، آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

ابوالدرداء: آپ رضی اللہ کا نام عویمر ہے اور ایک قول کے مطابق عامر ہے۔

مَعْشَر: ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے جن کا ایک ہی مقصد ہو۔

خطابی: مشہور محدث ہیں، آپ کا نام حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب ہے اور ایک قول کے مطابق احمد ہے، آپ کی کنیت ابوسلیمان ہے، جد امجد خطاب کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

زہری: مشہور تابعی ہیں، آپ کا نام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن حارث بن زھرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب ہے، ابوبکر کنیت ہے۔

شعبی: آپ کا نام عامر بن شرحبیل ہے۔

غزالی: محمد بن محمد بن محمد بن احمد ہیں۔

ابوالاحوص: صحابیٔ رسول آپ کا نام عوف بن مالک ہے۔

ابواسید: صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔

ابوذرؓ: آپ کا نام جندب ہے، ایک قول کے مطابق بُریر ہے۔

ام سلیمؓ: آپ کا نام ہند ہے، بعض لوگوں نے رملۃ کہا ہے؛ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

اوزاعیؒ: آپ کا نام عبدالرحمن بن عمرو ہے، ملکِ شام کے امامِ وقت تھے، دمشق میں ایک محلہ کی طرف آپ منسوب ہیں۔

اعمش: آپ کا نام سلیمان بن مہران ہے۔

قفال مروزی: عبداللہ بن احمد آپ کا نام ہے۔

بغو: ایک بستی کا نام ہے جو ہراۃ اور مرو کے درمیان واقع ہے، آپ کا نام حسین بن مسعود ہے۔

خاتمہ

یہ وہ باتیں ہیں جو مجھے میسر آئیں، حاملین قرآن کے یہ مختصر آداب ہیں، میں نے ایک خاص وجہ سے ان کو مختصرً ابیان کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے ساتھیوں اور تمام مسلمانوں کو دنیا وآخرت میں اس کتاب سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔

والحمد لله رب العالمين حمدا يوافي نعمه، ويكافي مزيده، وصلاته وسلامه الأكملان على سيد نا محمد وعلى آل محمد وأصحابه أجمعين، دائما أبدا إلى يوم الدين، والحمد لله رب العالمين.

مترجم کی دیگر تالیفات وتصنیفات

فہارس خطبات ومواعظ

مولانا مفتی عبداللطیف صاحب۔زید علمہ۔کی نئی تصنیف ''فہارس خطبات ومواعظ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے،مولانا۔زید علمہ۔نے کافی محنت وکوشش سے کتب تفسیر وحدیث اور مواعظ وخطبات کو کھنگال کر طالبین کی سہولت کی خاطر مختلف کتب کی فہرستوں کو یک جا کیا ہے۔

طالبینِ علوم نبوت کو ابتدائً مختلف مضامین تلاش کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور بعض دفعہ تمام کتب کے دست یاب نہ ہونے کی وجہ سے بھی پریشانی ہوتی ہے،اس مجموعہ سے ان شاء اللہ ایک جگہ پر یہ تلاش کرلیا جاسکتا ہے کہ مطلوبہ مضمون کن کن کتابوں میں مل سکتا ہے؟ پھر ان کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ☆ ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

(حضرت مولانا مفتی) محمد اسلم رشادی،غفرلہ (دامت برکاتہم)
مہتمم جامعہ غیث الہدی، بنگلور

اذان ومؤذنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بڑی خوش آئند پیش رفت ہے کہ۔۔۔اذان کے سلسلے میں پائی جانے والی ان کوتاہیوں کے ازالے کی سمت مثبت انداز میں قلم اٹھایا ہے،ناصحانہ وداعیانہ اسلوب قابل قدر مواد اکٹھا فرمایا،اذان کے فضائل ومسائل،اذان کی تاریخ اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین سے متعلق معلومات یکجا فرمایا۔

حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب مدظلہ
صدر المدرسین وصدر مفتی دار العلوم حیدآباد

اساتذہ کا کردار اور چند عملی نمونے

آج تعلیمی شعبہ پرتن آسانی اور تن پروری کی گہری چھاپ پڑ گی ہے، جس کی وجہ سے تعلیم آج ایک قابل فروخت شی ء ہو چکی ہے، ضرورت تھی کہ اس تعلق سے ایک ایسی تحریر مرتب کی جائے جس میں معاشرے کے اندر اساتذہ کا مقام اور ان کے مرتبہ کو اجاگر کیا گیا ہو اور ان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہوتا کہ استاذ و شاگرد کا پر تقدس رشتہ بحال اور قوم و ملت کی زبوں حالی اور فسوں کاری کا خاتمہ ہو۔

بہت خوشی و مسرت کی بات ہے کہ عزیز مکرم مولانا مفتی عبداللطیف صاحب قاسمی زاداللہ علمہ وفضلہ استاذ جامعہ غیث الہدی بنگلور جن کے قلم گل ریز سے متعدد کتابیں نکل چلی ہیں اور عوام الناس اور اہل علم کے حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکی ہیں، انہوں نے اس جانب اپنی توجہ مبذول کی اور حضرات فقہاء و محدثین اور برصغیر کے مشاہیر علماء کے سبق آموز واقعات کی روشنی میں اساتذہ کا مقام اور ان کی ذمہ داریوں کو واضح کیا ،آخر میں حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری امیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم کے افادات کو اچھے اور دل کش انداز میں ترتیب دیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب مدظلہ
صدر المدرسین وصدر مفتی دار العلوم حیدآباد

التیسیر فی التصریف

عربی علوم آلیہ میں صرف ونحو کا مہتم بالشان اور خصوصی توجہ کا مستحق ہونا اظہر من ا لشمّس ہے، زبانِ عربی پر مکمل دسترس کیلئے گویا فن اصل واساس کی حیثیت رکھتا ہے، اسی اہمیت کی خاطر قدیم کتبِ فن کی نافعیت وجامعیت کے باجود ہر دور میں نئے نئے تجربات سے اس فن کو آرستہ وپیراستہ کیا جاتا رہا ہے، جس سے الحمدللہ معلمین و متعلمین کیلئے تسہیل وتفہیم کی نئی راہیں کھلنے لگتیں۔

آج ہمارے سامنے اسی سلسلہ کی ایک نئی کوشش جامعہ غیث الہدیٰ، شکاری پالیہ، بنگلور کے فاضل مدرس مولانا عبداللطیف قاسمی زید مجدہ کی یہ تالیف ہے، جو الحمد للہ ہر طرح مکمل ومفید ہے، موصوف نے اپنے استاذ گرامی مولانا مفتی محمد اسلم صاحب زید مجدھم کی سرپرستی ونگرانی میں بہتر انداز بلکہ جدید اسلوب میں اسکو اپنے تجربات کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے، چونکہ اس جدید نہج پر ان حضرات نے اس فن کو تدریسی مراحل سے گذارا اور نافع پایا ہے، اس لئے اسکی نافعیت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ الحمد اللہ میں نے اس کا سرسری مطالعہ کیا تو مفید پایا، میری امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب مدارسِ عربیہ کے معلمین ومتعلمین کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم مدرسہ دینیہ وصیۃ العلوم پرنام بٹ، وخلیفہ از سلسلہ حضرت شاہ وصی اللہؒ